تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

15

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

7 تا 13 رمضان المبارک 1442ھ/20 تا 26 اپریل 2021ء

رمضان میں بندے اور ربّ کا تعلق

''اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں' جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں' تو ان کو بھی چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔'' (البقرہ:186)

رمضان وقرآن اور صیام وقیام کا جو مشترک نتیجہ نکلے گا وہ یہ ہے کہ روح بیدار ہوگی' تقویت پائے گی اور اللہ کی طرف متوجہ ہوگی۔ اسی لئے مذکورہ آیت میں خوشخبری ہے کہ میں کہیں دور نہیں ہوں۔ مجھے تلاش کرنے کے لئے کہیں بیابانوں میں جانے اور پہاڑوں کی غاروں میں تپسیائیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے بالکل قریب ہی ہوں، گویا ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار   جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تمام قدیم مذاہب میں اللہ کے ساتھ بندوں کے ربط وتعلق کا مسئلہ ہمیشہ ایک لاینحل گتھی بنا رہا ہے۔ اکثر مذہبوں نے تو اللہ کو اتنا دور اور اتنا بعید فرض کرلیا ہے کہ اس تک براہِ راست رسائی گویا ممکن ہی نہیں۔ قرآن نے اس وہم کو دور کرکے صاف صاف بتادیا ہے کہ تم جسے دور سمجھ رہے ہو، وہ دور نہیں ہے' تمہارے بالکل قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لیے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب چاہو اور جہاں چاہو اُس سے ہم کلام ہوجاؤ۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے تمہاری دعا کسی پوپ' کسی پادری' کسی پروہت' کسی پجاری' کسی پنڈت یا کسی پیر کے واسطے کی محتاج نہیں ہے۔ اللہ کا ربط وتعلق بندے کے ساتھ براہِ راست ہے۔ یہاں کسی واسطے کی ضرورت ہے ہی نہیں! ہاں البتہ اس تعلق کے مابین حجاب ہم خود ہیں۔ ہماری حرام خوری' ہماری غفلتیں حجاب بنی ہوئی ہیں۔ اپنی غفلتوں کا پردہ چاک کیجئے۔ اللہ کی جناب میں توبہ کیجئے! وہ ہر آن' ہر لحظہ آپ کی دعا کو سننے والا ہے۔ وہ ہمیشہ ہی قریب رہتا ہے اور رمضان میں تو اس عموم میں خصوص پیدا ہوجاتا ہے۔

عظمت صیام وقیام رمضان
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

سازشی بیانیہ: افواہ سازی اور......

خودستائی سے بچیں!

کرونا کی تیسری لہر اور سازشی تھیوریز

روزے کا حاصل اور دعا کی اہمیت

نیکیوں کا موسم بہار

کورونا وائرس کیا ہے....

آنکھ والو عبرت حاصل کرو!

سُوْرَةُ النُّوْر | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:44 ، 45

یُقَلِّبُ اللّٰہُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِہٖ ۚ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ ۚ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ ؕ یَخۡلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴۵﴾

آیت : ۴۴ ﴿یُقَلِّبُ اللّٰہُ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾﴾

’’اللہ ادلتا بدلتا رہتا ہے رات اور دن کو۔ یقیناً اس میں عبرت کا سامان ہے آنکھوں والوں کے لیے۔‘‘

آیت : ۴۵ ﴿وَ اللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِہٖ ۚ﴾ ’’اور اللہ نے بنایا ہے ہر جاندار کو پانی سے‘ تو ان میں کچھ ایسے (جانور) ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں۔‘‘

یہ وہ جاندار ہیں جنہیں ہم reptiles کہتے ہیں۔ ان کی ٹانگیں وغیرہ نہیں ہوتیں اور وہ پیٹ کے بل رینگتے ہیں۔

﴿وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ ۚ﴾ ’’اور ان میں کچھ وہ ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں‘‘

خود ہم انسان بھی اسی مخلوق میں شامل ہیں۔ انسانوں کے علاوہ پرندے‘ بن مانس (champanzies) اور گوریلے بھی دو ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ کوئی اور مخلوق بھی ایسی ہو سکتی ہے جو دو ٹانگوں پر چلتی ہو۔

﴿وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ ؕ﴾ ’’اور ان میں کچھ ایسے ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں‘‘

زمینی حیوانات میں سے چار ٹانگوں والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

﴿یَخۡلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴۵﴾﴾ ’’اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

آئندہ آیات میں منافقین کا ذکر ہونے جا رہا ہے۔ اس سے پہلے سورۂ یونس سے لے کر سورۃ المؤمنون تک چودہ سورتیں مسلسل مکیات تھیں۔ مکہ میں منافقین تو تھے نہیں لہٰذا ان تمام مکی سورتوں میں نہ تو نفاق کا ذکر آیا اور نہ ہی منافقین کا تذکرہ ہوا۔ ان مکی سورتوں میں گفتگو کا رخ زیادہ تر مشرکین مکہ کی طرف ہی رہا ہے۔ کہیں کہیں اہل کتاب کا ذکر بھی آیا ہے‘ لیکن انہیں براہِ راست مخاطب نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ ان سورتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپؐ کی وساطت سے اہل ایمان کو بھی مخاطب کیا جاتا رہا ہے۔ سورۃ النور کا نزول مدنی دور کے عین وسط یعنی ۶ ہجری میں ہوا تھا اور اُس وقت مدینہ کے اندر اچھی خاصی تعداد میں منافقین موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کردار کا تذکرہ اس سورت میں آیا ہے۔

فرمان نبویؐ

روزہ چھوڑنے کا نقصان

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ اَفۡطَرَ یَوۡمًا مِنۡ رَمَضَانَ مِنۡ غَیۡرِ رُخۡصَۃٍ وَلَا مَرَضٍ لَمۡ یَقۡضِ عَنۡہُ صَوۡمُ الدَّھۡرِ کُلِّہٖ وَ اِنۡ صَامَہٗ)) (جامع ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جو آدمی سفر وغیرہ کی شرعی رخصت کے بغیر اور بیماری (جیسے کسی عذر) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے وہ اگر اس کے بجائے عمر بھر بھی روزے رکھے تو جو چیز فوت ہو گئی وہ پوری ادا نہیں ہو سکتی۔‘‘

تشریح: حدیث کا مدعا اور مطلب یہ ہے کہ شرعی عذر اور رخصت کے بغیر رمضان کا ایک روزہ دانستہ چھوڑنے سے رمضان مبارک کی خاص برکتوں اور اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص رحمتوں سے جو محرومی ہوتی ہے، عمر بھر نفل روزے رکھنے سے بھی اس محرومی اور خُسران کی تلافی نہیں ہو سکتی، اگرچہ ایک روزے کی قانونی قضا ایک ہی دن کا روزہ ہے، لیکن اس سے وہ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جو روزہ چھوڑنے سے کھو گیا...... پس جو لوگ بے پروائی کے ساتھ رمضان کے روزے چھوڑتے ہیں وہ سوچیں کہ اپنے آپ کو وہ کتنا نقصان پہنچاتے ہیں۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

7 تا 13 رمضان 1442ھ جلد 30
20 تا 26 اپریل 2021ء شمارہ 15

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

سازشی بیانیہ: افواہ سازی اور ادراک حقیقت

کانسپریسی تھیوری کا اردو ترجمہ شاید سازشی بیانیہ سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ درحقیقت ایک زبان کے کسی لفظ کا ترجمہ جب دوسری زبان میں کیا جاتا ہے تو بہت مشکل ہوتا ہے کہ مطلب بلکہ مفہوم بھی بالکل ایک جیسا ہو۔ سازشی بیانیہ مکمل طور پر منفی پہلو کو اجاگر کرتا ہے جب کہ کانسپریسی تھیوری میں کچھ مثبت اشارے موجود ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کوئی حادثہ یا واقعہ رونما ہوتا ہے تو غالب قوت اپنا بیانیہ پُرزور انداز میں سامنے لاتی ہے۔ دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اسے تسلیم کرتے ہیں اور اسے آگے بڑھاتے ہیں۔ اس بیانیہ میں ایسی چمک پیدا کر دی جاتی ہے کہ اچھی بھلی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ انھیں معاملات کچھ دھندلے بھی نظر آئیں تو وہ حقیقت کا اقرار کرنے کی بجائے طاقت کی آواز میں آواز ملاتے ہیں کیونکہ اس طاقت سے ان کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں اور جو مغلوب قوم یا امت ہوتی ہے، ان کے پاس سازشی بیانیہ سے دل بہلانے کے سوا کوئی آپشن نہیں ہوتا۔

البتہ کانسپریسی تھیوریوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جن کی بنیاد کچھ منطقی دلائل اور شواہد پر ہوتی ہے جب کہ دوسری قسم بے بنیاد اور گھڑی ہوئی باتوں پر ہوتی ہے جنہیں ہم بے پر کی اڑانا کہتے ہیں۔

موجودہ دور میں پہلی قسم کی کانسپریسی تھیوری کی بہترین مثال نائن الیون ہے۔ مریکہ کے شہر نیویارک میں دو جہاز ٹوئن ٹاورز سے ٹکرائے اور وہ زمین بوس ہو گئے۔ کئی ہزار افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ امریکہ نے زوردار اور پُراعتماد انداز میں ایک بیانیہ قائم کیا کہ مسلمان دہشت گردوں نے یہ جہاز ٹوئن ٹاورز سے ٹکرا کر خوفناک اور بدترین دہشت گردی کی ہے اور اسے امریکہ کی سلامتی پر کھلا حملہ بھی قرار دے دیا۔ اور دنیا کو یہ چیلنج دیا کہ (you are with us or against us) یا تو ہمارے بیانیے کو تسلیم کر کے ''دہشت گردی'' کی جنگ میں ہمارے دست و بازو بن جاؤ وگرنہ تم صفِ مخالف میں ہو اور ہمارے دشمن ہو۔ دنیا کے اکثر ممالک نے امریکہ کے بیانیہ کو تسلیم کر کے امریکہ کو عملی تعاون کا یقین دلایا۔ اس بیانیہ کی پشت پر اتنی قوت تھی کہ کچھ عرصہ تو دنیا میں سناٹا چھایا رہا۔ الزام چونکہ مسلمانوں پر لگا تھا اس لیے مسلمان حکمرانوں کی تو ٹانگیں کانپنے لگیں البتہ عوام میں کانسپریسی تھیوریاں گردش کرنے لگیں اور بہت سے سوال اس بیانیے پر کھڑے ہو گئے جو یقیناً عقلی دلائل اور مضبوط بنیادوں پر تھے اور جواب طلب کر رہے تھے مثلاً یہ دھماکہ اس دن ہوا جب یہودیوں کا کوئی تہوار تھا لہٰذا چار ہزار یہودیوں میں سے گنتی کے چند یہودی وہاں موجود تھے۔ وہ سٹیل جو تقریباً 2700 ڈگری فارن ہائیٹ پر پگھلتا ہے وہ اتنے کم فارن ہائیٹ پر کیسے پگھل گئے۔ ٹوئن ٹاور بالکل اس طرح گرے جیسے امریکہ میں پرانی عمارتوں کو گرانے کے لیے ان کے نیچے بارود blast کر کے گرایا جاتا ہے۔ جہازوں کے ٹکرانے سے کسی صورت ٹاورز اس طرح زمین بوس نہیں ہو سکتے۔ پینٹاگون کی دیوار کو توڑ کر جہاز کا جو حصہ اندر گرا تھا اس کا ڈایا میٹر سوراخ سے بڑا تھا وہ

چھوٹے سوراخ سے اندر کیسے داخل ہو گیا۔ امریکہ جیسی سپر پاور آف دی ورلڈ کی فضا میں بیس منٹ تک اجنبی جہاز آوارہ گردی کرتے رہیں اور امریکی دفاعی سسٹم اس کی کوئی اطلاع نہ دے سکے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس آگ نے سٹیل پگھلا دیا وہ ایک سعودی پاسپورٹ کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور وہ جائے وقوع سے صحیح سلامت مل گیا پھر یہ کہ چند اسرائیل نژاد یہودی جن کی FBI نے تصدیق کی وہ ٹوئن ٹاورز کے قریب کیوں موجود تھے اور ٹاورز گرنے پر جشن مناتے کیوں پکڑے گئے؟ انھیں کیسے معلوم تھا کہ ابھی کوئی حادثہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن غور کیجئے یہ واقعہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ جس کے پیچھے کسی نہ کسی گروہ کا ہونا ضروری تھا جس کو آسمانی آفت قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ مزید یہ کہ اس سے امریکہ کا افغانستان پر حملے کا مقصد حاصل کرنا بھی ظاہر و باہر تھا اور عالمی سطح کے ایک پلان یا ایک بڑی گیم کے امکانات ظاہر ہوتے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ تقریباً دو دہائیوں کے بعد 2019ء کے اواخر میں وقت کی ابھرتی ہوئی معاشی طاقت چین کے ایک اہم شہر ووہان میں سمندری جانوروں کی ایک منڈی میں جانوروں سے منتقل شدہ ایک نئی اور مشکوک بیماری کے اچانک پھیلنے کا واقعہ سامنے آیا۔ چین کے معاشی حریف امریکہ بہادر نے یہ الزام لگایا کہ ووہان کی ایک لیول 4 کی لیبارٹری میں خطرناک تجربات کے دوران لاپرواہی سے یہ وائرس باہر سلپ ہو گیا ہے۔ جبکہ چین نے جواباً یہ الزام لگایا کہ کچھ ماہ قبل ووہان میں منعقدہ فوجی پریڈ میں امریکی فوجی اسے چین کے خلاف ایک سازش کے طور پر لائے۔ گویا اس بیماری کی ابتدا ہی دو عالمی طاقتوں کے بے بنیاد سازشی الزامات کے ساتھ ہوئی لہٰذا ہماری طرح کے ملک جو نہ تین میں تھے نہ تیرہ میں، اسے صرف عالمی طاقتوں کا ٹوپی ڈراما یا زیادہ سے زیادہ ایک جنگی حربہ قرار دے رہے تھے اور کچھ لوگ اسے حرام چیزیں کھانے اور مسلمانوں پر ظلم کرنے کا نتیجہ اور اللہ کا عذاب قرار دے رہے تھے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد جب یہ بیماری مختلف ممالک میں پھیلتی چلی گئی تو کچھ ''دانشوروں'' نے یہ غور کیا کہ جہاں جہاں انٹرنیٹ کی جدید ٹیکنالوجی 5G کے نیٹ ورک کے ٹاور نصب کیے جا رہے ہیں وہاں اس کا پھیلاؤ زیادہ ہے اور چونکہ 5G کی ریڈی ایشن کے مضر اثرات کے خدشات تو پہلے سے موجود تھے لہٰذا اس تھیوری کو کافی پذیرائی حاصل ہوئی، قطع نظر اس سے کہ الیکٹرومیگنیٹک ویوز وائرس کی طرح کے ایک بایولوجیکل پارٹیکل کو کیری کر سکتی ہیں کہ نہیں۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے جب یہ پوری دنیا میں پوری طرح پھیل گئی تب سازشی بیانیے بھی بڑھتے چلے گئے۔ کچھ عرصہ قبل تک کی دنیا کا امیر ترین شخص جو خدمت خلق کے رفاہی کاموں میں اپنی کافی دولت صرف کر کے ''امیر ترین'' کی سیٹ سے نیچے اتر آیا، اور حیران کن طور پر اپنی دولت کا بڑا حصہ میڈیکل فیلڈ میں انویسٹ کر کے دنیا کو کسی بھی ممکنہ عالمی وبا کے پھوٹنے سے متنبہ کرنے لگا، وہ سازشی بیانیہ کا ایک اہم ہدف تھا، گویا سب سے زیادہ رفاہی کاموں پر خرچ کرنے والا اب اچانک صرف اپنے منافع کی خاطر انسانیت کا سب سے بڑا قاتل ہونے کا ملزم ٹھہرا۔ حالانکہ کوئی واضح دلیل پیش نہ کی جا سکی۔ خاص طور پر جب یہ وبا مسلم ممالک میں وارد ہوئی تو معاملات بڑے پیچیدہ ہو گئے۔ نماز، تراویح اور حج کے اجتماعات متاثر ہوئے تو اب ہمیشہ کی طرح یہ عالم کفر کی اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش قرار دی گئی۔ حالانکہ جہاں تک اس بیماری سے فائدہ اٹھانے کا تعلق ہے تو سچی بات یہ ہے کہ اس وبا سے اصل جانی و مالی نقصان تو ہوا ہی یورپ اور امریکہ جیسے ممالک میں ہے گویا انہوں نے نمازیوں کی صفوں کو کھلا کھلا کروانے کیلئے اپنی تباہی کروالی۔

خاص طور پر ہمارے جذباتی مقررین (motivational speakers) اس معاملے میں پیش پیش رہے جن کا مقصد ہر سچی جھوٹی، معقول غیر معقول اور بے بنیاد باتوں کو جوڑ کر ایک منظم انداز میں پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ پیش کر کے شہرت اور ریٹنگز کا حصول ہوتا ہے۔ (اس pandemic کو plandemic کہہ کر ایک مخصوص دجالی گروہ کو اس کا ذمہ دار قرار دیا گیا)

کوارنٹائن کا تصور جس کے بارے میں اب تک کریڈٹ لیا جا رہا تھا کہ سب سے پہلے اسلام نے وباؤں کی صورت میں وبا سے متاثرہ اور غیر متاثرہ کو ''الگ الگ'' رہنے کا حکم دیا تھا کرونا وباء پھیلتے ہی اس تصور کو اسلام کے اجتماعیت پسند دین کے خلاف ایک دجالی سازش قرار دیا گیا۔ ماسک کے جس تصور کو کبھی پردے سے جوڑا جا رہا تھا اور چھینکنے یا کھانسنے کے دوران منہ ڈھانکنے کی قدیم اسلامی تعلیم کی جدید صورت قرار دیا جا رہا تھا، اب دجالی تہذیب کا عالمی سمبل قرار دیا گیا۔ گویا کورونا سے قبل ٹی بی اور ڈسٹ الرجی کے مریض اور سرجری کرنے والے ڈاکٹر دجال کو سیلوٹ پیش کر رہے ہوتے تھے۔ اور اس قدر مضحکہ خیز دلائل گھڑے گئے کہ 0.1-10um سوراخ والے اس ماسک کو اپنے سے سو گنا بڑی 10um ڈایا میٹر کے سائز والی سانس کی نمی کی بوندوں (respiratory droplets) کے ذریعے منتقل ہونے والے وائرس کو تو روکنے سے قاصر قرار دیا گیا، لیکن لاکھوں گنا چھوٹی 346pm ڈایا میٹر کی آکسیجن کو روک کر ''استعمال شدہ'' آکسیجن کو پھر سے سانس کے ذریعے جسم میں بھیج کر نقصان کرنے کا ذمہ دار ضرور ٹھہرایا گیا

(یہ ماسک 346pm ڈایا میٹر کی آکسیجن کو روک کر ''استعمال شدہ'' آکسیجن کو پھر سے سانس کے ذریعے جسم میں بھیج کر نقصان تو کرتا ہے لیکن ہزاروں گنا بڑے nm 200 - 100 ڈایا میٹر کے وائرس کو نہیں روکتا، قطع نظر اس سے کہ وائرس درحقیقت سانس کی نمی کی بوندوں (respiratory droplets) کے ذریعے منتقل ہوتا ہے جو مزید ہزاروں گنا بڑا ڈایامیٹر um 10 ہوتا ہے جبکہ عام ماسک کا سوراخ 10 um اور KN 95 ماسک کا سوراخ um3.to 01.0 ہوتا ہے۔)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دنیا کا ایک مخصوص گروہ چاہتا ہے کہ دنیا کی آبادی بہت کم رہ جائے تو ہمیں اس میں بھی کوئی شک نہیں لیکن اس مقصد کے لیے انہوں نے ایسی بیماری ہی دنیا پر مسلط کیوں کی جو زیادہ تر صرف بوڑھوں اور بیماروں کو متاثر کرے۔ جہاں تک غالب قوتوں کا تعلق ہے وہ سورج کی دھوپ اور رات کے تاروں سے بھی فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اپنے اردگرد دیکھ لیجیے، جس نے ان بدلے ہوئے حالات کے مطابق اپنے آپ کو جتنا جلدی ایڈجسٹ کر کے اپنے کام کے لیے متبادل ذرائع اختیار کیے وہ اتنا ہی فائدہ اٹھا لے گیا اور جو باتیں کرتا رہ گیا وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔

جہاں تک حفاظتی اقدامات (SOPs) کے حوالے سے WHO کی گائیڈ لائنز کا تعلق ہے تو کورونا سے قبل کینسر سمیت تمام بیماریوں کا علاج کیا ہم خود اپنی عقل کے مطابق کرتے تھے؟ ہم مسلمانوں کے آباء واجداد کی ایجادات سے انہوں نے فائدہ اٹھا کر ان کو اتنی وسعت دی کہ کل تک وہ ہماری یونیورسٹیوں میں پڑھنے آتے تھے تو آج ہم ان کے محتاج ہیں۔ کورونا سے پہلے بھی تھے ہمارا طرزِ عمل یہی رہا تو آئندہ بھی رہیں گے۔

جہاں تک لاک ڈاؤن کی تفصیلات کا تعلق ہے تو ہمیں اس سے اختلاف بھی رہا ہے اور ہم اس کو بارہا بیان بھی کرتے رہے ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ مکمل طور پر علاقائی تھا۔ ہمیں 'خذ ما صفا ودع ما کدر' کے اصول کے مطابق ہر صحیح اور معقول بات کو اپنے حالات کے مطابق لینا چاہیے تھا، یورپ جیسے ترقی یافتہ ممالک کی نقالی کرتے ہوئے جب انڈیا جیسے ترقی پذیر ملک نے مکمل لاک ڈاؤن کیا تو اپنا بے تحاشا نقصان کیا۔ ہمارے ملک میں بھی سندھ نے وفاق سے اختلاف کرتے ہوئے نسبتاً سخت لاک ڈاؤن کیا۔ بہرحال سینما بند ہوئے، پارکس بند ہوئے، سکول بند ہوئے ریسٹورنٹ بند ہوئے، کھیل کے میدان میں تماشائیوں کا داخلہ بند کر دیا گیا ہر طبقے نے اسے اپنے خلاف سازش قرار دیا۔ جہاں تک مسجدوں کی بات ہے، گھر سے وضو کر کے جانے اور صرف فرض پڑھ کے واپس آنے میں تو قطعاً کوئی حرج نہیں تھا بلکہ یہ اقرب الی السنہ تھے، لیکن صفوں میں فاصلہ جیسے کچھ فقہی مسائل نے بھی جنم لیا جن کو علماء اور حکومت نے مل کر بروقت بحسن وخوبی طے کر لیا لیکن ان پر عمل درآمد کا مرحلہ بڑا سخت جان تھا۔ ہمارے عام سرکاری اور پولیس کلچر کے مطابق کہیں تو بے جا زور اور طاقت کا مظاہرہ کیا گیا اور جس طبقہ کے پاس دولت، طاقت یا اثرورسوخ تھا اس کے ساتھ ہاتھ ہولا رکھا گیا۔

جہاں تک بات ہے ان SOPs پر موثر طریقے سے یکساں عمل درآمد کروانے کی تو کورونا سے قبل حکومت نے کونسے قوانین پر صحیح روح کے ساتھ عمل کروایا ہے جواب کرواتی۔ قائداعظم تو سرکاری ملازمین کو وصیت کر گئے تھے کہ تمہارا تعلق کسی سیاسی پارٹی سے نہیں بلکہ تم صرف پاکستان کے خادم ہو، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر بندہ اپنے سیاسی و مسلکی رجحان کے مطابق ''اپنوں'' کو چھوٹ دیتا اور ''غیروں'' کو تنگ کرتا رہا ہے اور کورونا کے بعد بھی کرتا رہے گا۔ لہٰذا مختلف سیاسی پارٹیاں اور فرقے ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے رہے اور کورونا کا مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔۔۔۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کفار نے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں اور بالخصوص یہود نے ہمیشہ سب سے بڑھ کر سازشی کردار ادا کیا خواہ وہ یہود علماء کا صحیح ایمان کا جھوٹا دعویٰ اور شام کو کفر کرنا ہو، یا مدینے میں منافقین کے ساتھ گٹھ جوڑ اور خود رسول اللہ ﷺ کے قتل تک کی سازشیں، چاہے وہ سبائی فتنہ ہو یا بعد میں مسلمانوں کو آپس میں لڑوانے کی سازشیں۔ اور اسی طرح اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کفار کی سازشوں کے باوجود امت مسلمہ ایک طویل عرصہ تک عروج پر رہی، چاہے وہ عربوں کے زیر اثر ہو یا ترکوں اور مغلوں کے۔ مزید یہ کہ عربوں اور ترکوں کے وہ اجداد جنہوں نے تمام سازشوں کے باوجود ریاستوں کی بنیادیں ڈالیں، وہ ان ناخلف اور نابنجاروں سے کس قدر مختلف تھے جو اپنی نااہلی، لالچ، ہوس، عیاشی و بدمعاشی کی وجہ سے خود بھی ذلیل ہوئے اور پوری امت مسلمہ کو بھی، جو بحیثیت مجموعی انہی خصلتوں کی حامل ہو چکی تھی، ثریا سے آسماں نے دے مارا۔ خلافت کی بساط لپٹی اور یہود کی عالمی سازشوں کی بساط بچھ گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر ہماری ذلت ومسکنت اور خواری کی اصل وجہ دشمنوں کی سازشیں ہیں، تو یہ تو شروع سے ہیں۔ اب کیوں ان کی سازشوں نے اثر کرنا شروع کیا۔ جبکہ قرآن کہتا ہے کہ وَاِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا۔۔۔۔۔۔

ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم اپنی سوچ اور فکر میں توازن قائم کریں، جو بات خلافِ دین اور شریعت ہے اُسے یکسر مسترد کر دیں، لیکن یہ اختیار ہر ایرے غیرے کو حاصل نہ ہو اور جس بات میں شرعی طور پر کوئی حرج نہ ہو اُسے صرف اِس لیے رد نہ کر دیں کہ اُس کو پیش کرنے والا یا سامنے لانے والا بوجوہ ہمارا پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ یہ عدل کے تقاضوں کے خلاف ہے اور اسلام عدل کا درس دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بات کرنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

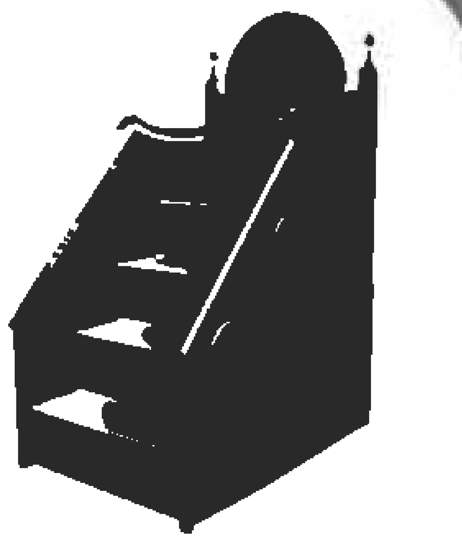

خود ستائی سے بچیں!

(سورۃ النجم کی آیت 32 کی روشنی میں)

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراھیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں ہم سورۃ النجم کی آیت 32 کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ آیت کے ابتدائی حصے سے ہمیں یہ نہایت اہم بات معلوم ہوئی کہ انسان کے نیک انجام کے لیے ضروری ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی سے بچنے والا ہو۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ﴾ ''وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی سے بچتے ہیں سوائے کچھ آلودگی کے۔''

اس کا ہم نے مطالعہ کیا اور پھر یہ بات آئی کہ:

﴿اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَۃِ ؕ﴾ ''یقیناً آپ کا ربّ بہت ہی وسیع مغفرت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت والا ہے البتہ اللہ کی مغفرت کے حصول کے لیے اللہ کی طرف پلٹنا بھی ضروری ہے۔ اس حوالے سے ہم نے توبہ کی ضرورت، اہمیت اور فضائل کا مطالعہ کیا۔ خاص طور پر انفرادی توبہ پر تفصیلی کلام ہوا لیکن اجتماعی توبہ کے حوالے سے بعض پہلو ابھی تشنہ ہیں جن پر کلام ہوگا۔

یہ ملک ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا اور اس کا نام بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا ہے۔ ہمارے آباء و اجداد نے اس کے لیے ہجرت کی تھی، قربانیاں دی تھیں اس لیے کہ ایک خطہ زمین ملے جہاں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی پابندی ہو۔ لیکن آج یہاں کھلے عام اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت اور سرکشی کا معاملہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر جاری ہے۔ سود کے معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف سرعام جنگ جاری ہے۔ بے حیائی کا طوفان ہے، شریعت کے احکام کا مذاق سرعام اڑایا جا رہا ہے۔ اسلام نے چوروں، ڈاکوؤں، قاتلوں، زانیوں کے لیے جو سزائیں مقرر کی تھیں، ان کی مخالفت ڈٹ کر کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ سزائیں نہ ہونے کی وجہ سے آج نہ جان محفوظ ہے، نہ مال محفوظ ہے، نہ عزت محفوظ ہے، اخلاق کا بھی جنازہ نکل گیا، عزتیں بھی پامال ہوگئیں۔ قومی سطح پر عذاب پر عذاب ہم پر نازل ہو رہے ہیں۔

پھر یہ اُمت ایک بہت ہی عظیم کام کے لیے کھڑی کی گئی تھی۔ پہلے انبیاء و رسل علیہم السلام کو دعوت دین اور تبلیغ دین، اقامت دین اور نفاذ دین کی جدوجہد کے لیے بھیجا گیا۔ ختم نبوت کے بعد اللہ کے دین کی دعوت پیش کرنے اور اس دین کو قائم کرنے کی ذمہ داری اس اُمت کے کندھوں پر ہے۔ آج امت نے یہ کام چھوڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے ذلت و رسوائی کا شکار ہے۔ کبھی روس کے سامنے جھکنا، کبھی امریکہ کے سامنے جھکنا۔ اللہ کے دین سے غداری، دنیا اور پیٹ کی خاطر شریعت کو پس پشت ڈال دینا اور اپنوں سے غداری کرنا، اُمت کے مفاد کا سودا کرنا، یہ سب آج اس اُمت میں ہو رہا ہے جو دنیا میں عدل کا نظام قائم کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی۔ پوری دنیا میں کوئی ایک خطہ ایسا نہیں جہاں ہم دکھا سکیں کہ یہ اللہ کا دین ہے۔ یہ اس کی برکتیں ہیں۔

جس عظیم مقصد کے لیے یہ اُمت نازل کی گئی اس کو فراموش کر کے آج اُمت کی اکثریت نے صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تک دین کو محدود کر لیا ہے۔ اس سے زیادہ اگر کچھ ہے تو یہ ہے کہ شب معراج منا لیں، شب برأت کے موقع پر حلوہ مانڈے بھی کر لو، اچھے کپڑے پہن لو، رات کو جاگ بھی لو، فجر میں چاہے سو جاؤ۔ اس کے بعد سمجھو کہ ہماری چھٹی ہے۔ رمضان شریف آ گیا، نمازِ تراویح میں 100 بندے ہوں گے اور تکمیل قرآن کی رات ڈیڑھ سو جمع ہو جائیں گے۔ شب قدر میں بڑی محنت کریں گے وہ بھی گن گن کر ستائیسویں شب میں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے آخری عشرے کی تمام طاق راتوں میں شب قدر کی رات تلاش کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ہم ستائیسویں شب کو بہت کچھ کریں۔ اس کے بعد ختم شریف ہوگا، پھر کھانا ہوگا، مٹھائی بھی تقسیم ہوگی اور پھر سال بھر کے لیے چھٹی۔ چاند رات کو ہی عشاء کی نماز میں صفیں کم ہو جائیں گی۔ عید کے دن فجر کی نماز میں موجود ہوں گے اور پھر عید کی دو رکعتیں بھی پڑھیں گے لیکن پھر ظہر کی نماز میں غائب ہو جائیں گے۔ جمعہ کی دو رکعت میں تعداد کئی گنا ہوگی لیکن عصر کی نماز میں پھر غائب۔ یہ ہمارے ہاں دین کا تصور رہ گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اُمت آج چاہتی ہے کہ اُس پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو، اللہ کی برکتوں کا نزول ہو۔ لیکن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ پورے دین میں داخل نہ ہو جائے اور بحیثیت اُمت جو اس کی ذمہ داری تھی اس کو بجا لانے کے لیے اقامت دین کی جدوجہد نہ کرے۔

اللہ کی رحمتوں کے نزول کے لیے ضروری ہے کہ

اُمت اجتماعی سطح پر بھی توبہ کا اہتمام کرے۔قرآن توبۃ نصوح کا ذکر کرتا ہے، یعنی پکی توبہ، پلٹ آنا، اللہ کی طرف رجوع کر لینا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو انفرادی طور پر، قومی سطح پر اور اُمت کی سطح پر واقعتاً توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

آگے سورۃ النجم کی اسی آیت میں اللہ فرماتا ہے:

﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ﴾ ''وہ تمہیں خوب جانتا ہے، جبکہ اُس نے تمہیں زمین سے اٹھایا اور جب کہ تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں جنین کی شکل میں تھے۔''

وہ اللہ ہر ہر بات کا علم رکھنے والا ہے۔تمہارا ظاہر ہو، تمہارا باطن ہو۔تمہارے سو برس پہلے کے کام ہوں یا مستقبل کے تمہارے عزائم ہوں۔ وہ سب جانتا ہے اور وہ کبھی بھولتا نہیں ہے۔سورۃ المجادلہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ﴾ (المجادلہ: 6) ''اللہ نے ان (اعمال) کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ وہ انہیں بھول چکے ہیں۔''

بندے بھول جاتے ہیں۔کہیں ڈیٹا ڈیلیٹ ہو جاتا ہے، فائل کرپٹ ہوجاتی ہے۔اب تو ''بڑے لوگوں'' کے بڑے مسائل ہیں، ریکارڈ جل جاتے ہیں۔آپ نے سنا ہوگا کہ ایک ہی بلڈنگ میں تین مرتبہ آگ لگ رہی ہے۔بتایا گیا فلاں ریکارڈ جل گیا، پھر آگ لگی تو فلاں ریکارڈ بھی جل گیا۔پھر لگی تو فلاں بھی جل گیا۔ادھر دنیا میں یہ سب چل رہا ہے لیکن اللہ کے ہاں جو ریکارڈ ہے وہ نہ جل سکتا ہے، نہ ڈیلیٹ ہوسکتا ہے۔ہم اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ بلکہ اللہ تو وہ بھی جانتا ہے جو بندہ خود اپنے بارے میں نہیں جانتا ہے۔انسان اپنی تخلیق پر ہی غور کرلے۔کتنی مرتبہ زوجین کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ان سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں قطروں کے کروڑوں جنین کے اندر یہ پوٹینشل موجود ہے کہ بچے کی ولادت کا عمل شروع ہوجائے۔لیکن کس ملاپ کے کس نتیجے میں خارج ہونے والے کس قطرے کے کس جزو کو اجازت دی جائے یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اس قطرے کے اندر آنکھ نہیں، کان نہیں، ناک نہیں، ہاتھ نہیں، پیر نہیں، زبان نہیں، خون نہیں، دل نہیں، دماغ نہیں، کچھ بھی نہیں ہے۔پھر ماں کے بطن کی تاریکی، رحم کی تاریکی اور اس جھلی کی تاریکی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے۔قرآن کہتا ہے ان تین تاریکیوں کے اندر اللہ درجہ بدرجہ تمہیں پرورش دے کر آگے بڑھاتا ہے۔تمہاری آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پیر، دل، دماغ ہر چیز اسی قطرے سے اللہ بناتا ہے۔

حدیث میں ہے جب بچہ ماں کے پیٹ میں چار ماہ کا ہوتا ہے تو اللہ فرشتوں کو بھیجتا ہے جو بچے کے اندر روح کو داخل کرتے ہیں۔قرآن کہتا ہے:

﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝21﴾ (الذاریات) ''اور تمہاری اپنی جانوں میں بھی (نشانیاں ہیں)۔تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟''

انسان کو اپنے خالق کا، اپنے رب کا پتہ لگانے کے لیے ماؤنٹ ایورسٹ پر جانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی خلائی شٹل میں بیٹھ کر کہیں جانے کی ضرورت ہے۔انسان صرف اپنی تخلیق پر ہی غور کرلے تو بہت کچھ جان لے گا۔ اللہ تو انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے اور وہ ہر انسان کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ ظاہر میں کیا ہے اور باطن میں کیا ہے۔آگے فرمایا:

﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝32﴾ ''تو تم خود کو بہت پاکباز نہ ٹھہراؤ۔وہ اسے خوب جانتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔'' (النجم:32)

آج ہمارے مشہور جملے ہیں: یہ بال دھوپ میں سفید تھوڑے ہی کیے ہیں، پچاس سال لگائے تب یہ کاروبار چمکا ہے، میں نے دن رات ایک کیا، آفس سے چھٹی لے کر محنت کی، بہترین ٹیوشن دلوائی، دیکھو بیٹے کے سٹارز آ گئے۔۔۔وغیرہ۔ذرا سوچئے کہ ان جملوں میں اللہ کہاں ہے؟ اگر اللہ نہ چاہتا تو تمہاری اوقات کیا تھی؟ تمہارا ہاتھ سن ہوجائے تم حرکت نہیں کرسکتے، تمہارا پیر سن ہوجائے تم کھڑے نہیں ہو سکتے، تمہاری زبان کو اللہ روک دے تم

پریس ریلیز 16اپریل 2021ء

تحریک لبیک پاکستان کو دہشت گرد قرار دے کر پابندی عائد کرنا غیر جمہوری، غیر اخلاقی اور غیر قانونی ہے

شجاع الدین شیخ

تحریک لبیک پاکستان کو دہشت گرد قرار دے کر پابندی عائد کرنا غیر جمہوری، غیر اخلاقی اور غیر قانونی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔اُنھوں نے کہا کہ ماضی میں تحریک لبیک پاکستان سے ریاستی ذمہ داروں کے مذاکرات کے بعد طے ہوا تھا کہ فرانس کے سفیر کو ملک بدر کرنے کے حوالے سے کسی عملی اقدام سے پہلے پارلیمان کو اعتماد میں لیا جائے گا۔جس پر حکومت پہلے لیت ولعل سے کام لیتی رہی۔ بعدازاں اپنے اِس وعدے پر عمل درآمد کرنے کی بجائے حکومت نے تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ کو گرفتار کرلیا۔جس پر تحریک لبیک پاکستان کے کارکنوں کی طرف سے ردِعمل سامنے آیا۔اُنھوں نے کہا کہ تحریکِ لبیک پاکستان کوئی ذاتی یا سیاسی مطالبہ نہیں کر رہی بلکہ توہین رسالت کے مرتکب ایک ملک کے خلاف سفارتی بائیکاٹ کا مطالبہ کر رہی ہے۔اُنھوں نے کہا کہ تحریک لبیک پاکستان کے خلاف حکومتی اقدام سے اُن مغربی ممالک کی حوصلہ افزائی ہوگی جو اسلاموفوبیا میں مبتلا ہیں۔اِس طرح کے حکومتی اقدام کے نتیجہ میں یورپ میں توہین رسالت کے مزید واقعات رُونما ہو سکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے تحریک لبیک پاکستان کے ذمہ داران کو مشورہ دیا کہ وہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے احتجاج کریں ایسا انداز نہ اپنائیں جس سے عام شہری کو تکلیف پہنچے۔ ہرصورت عدم تشدد کی پالیسی پر سختی سے کاربند رہیں اور اخلاق کا دامن کسی صورت ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔اُنھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ تحریک لبیک پاکستان پر پابندی کو فی الفور ختم کرے اور اُن کی قیادت کو رہا کر کے اُن سے مذاکرات کرے تاکہ اس تنازعے کو افہام وتفہیم سے حل کیا جاسکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

بول نہیں سکتے۔اور تو اور تمہارے دماغ کے ملین آف سیلز میں سے چند سیلز اللہ بند کر دے تو تم کہیں کے نہیں رہو گے۔اسی لیے قرآن ہمیں پہلا سبق ہی یہ پڑھاتا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾

لیکن ہم اسباب کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں اور مسبب الاسباب کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔یہ سارا دجل، فریب اور دھوکہ جس میں ہم آج بڑی تعداد میں مبتلا ہیں ہمیں آخرت سے دور کر رہا ہے۔ہم نے دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے، روح نظر سے اوجھل ہو چکی ہے، جسم اور ظاہر کو ہی اصل مان لیا ہے۔حالانکہ ہمارا ایمان کہاں سے شروع ہوتا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ (البقرۃ: 3) ’’جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر‘‘

اس ظاہری دنیا اور اس کے ظاہری اسباب کے علاوہ بھی ایک دنیا ہے اور اس دنیا کا بھی وہی خالق ہے جو انسان کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔لیکن آج انسانوں کی اکثریت اس خالق کو بھول چکی ہے۔صرف اپنی ذات، اپنی انا، ہر کام میں اپنی تعریف اور اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے۔پہلے زمانے میں شعراء ہوتے تھے ان کو پیسے دیے جاتے تھے تو وہ تعریفوں کے پل باندھ دیتے تھے، آج کل میڈیا پر یہی کام ہو رہا ہے، اینکر پرسنز وہی کام کر رہے ہیں۔

دنیا پرستوں کی تو دنیا ہی الگ ہے لیکن افسوس صد افسوس کے دینی طبقات کے اندر بھی خود نمائی، خود پسندی اور اپنی ذات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کا رواج چل نکلا ہے۔کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔ہمارے محلے میں مفتی نظام الدین شامزئی صاحب ؒ آتے تھے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔الحمدللہ! آٹھ دس سال ان کے درس میں شرکت کا موقع ملا۔میرے سامنے ان کو ایک دعوت نامہ موصول ہوا، شاید کسی دینی تقریب کا تھا۔دعوت نامے میں زیادہ تر الفاظ دعوت دینے والی شخصیت کے القابات پر مشتمل تھے۔شیخ العرب، شیخ العجم، شیخ الحدیث، رہبر شریعت ---وغیرہ وغیرہ۔چار لائنوں میں صرف یہ القابات تھے اور اس کے بعد ان موصوف صاحب کا نام تھا۔میں نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ ان صاحب کا نام کیا ہے جن کا یہ تعریفوں کا پل باندھا گیا ہے اور اتنا بڑا ہینڈ بل شائع ہوا ہے۔مفتی صاحب نے بڑی خوبصورت بات کہی جو واقعی دل کو لگنے والی بات ہے۔فرمایا: بیٹا پہلے اعمال بہت ہوتے تھے تو نام چھوٹے چھوٹے تھے۔لیکن اب اعمال نہیں ہیں تو ایک خلا آ گیا جس کو پُر کرنے کے لیے یہ لمبے چوڑے القابات اختیار کیے جاتے ہیں۔حالانکہ ہم انبیاء علیہم السلام کا نام لیتے ہیں تو صرف اتنا کہتے ہیں جیسے حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ فرمایا۔اسی طرح انبیاء کے بعد سب سے بڑی ہستیاں صحابہ کرامؓ ہیں ان کا بھی جب ہم نام لیتے ہیں تو بس اتنا کہتے ہیں۔جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔لیکن اپنے نام کے ساتھ لمبے چوڑے القابات لگاتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

ہمارے دین میں اپنے بھائی کے منہ پر اس کی تعریف میں غلو کرنا بھی نامناسب سمجھا جاتا ہے کہاں یہ کہ اپنے منہ سے اپنی تعریفیں کرنا، خود میاں مٹھو بننے کی کوشش کرنا۔اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔کیا اللہ کو پتہ نہیں ہے؟ یہاں فرمایا:

﴿فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ط ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ۝﴾ ’’تو تم خود کو بہت پاکباز نہ ٹھہراؤ۔وہ اسے خوب جانتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔‘‘(النجم:32)

وہ اللہ جس نے تمہیں ایک معمولی جین سے انسان بنایا کیا وہ اب تمہارے بارے میں بے خبر ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے بعد اس کائنات کی عظیم ترین ہستی ہیں اور ہر نماز کے بعد آپ ﷺ کا معمول تھا کہ سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے:

اللہ اکبر استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

حضور ﷺ سجدوں کے بعد بھی استغفار کر رہے ہیں۔یعنی مالک تیرے حکم پر جھکا اگر اس جھکنے میں کوئی کمی رہ گئی تو استغفار کرتا ہوں۔اللہ اکبر۔جب کائنات کی عظیم ترین ہستی کا یہ حال ہے تو ہماری اوقات ہی کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: بالفرض ایک شخص اپنی پیدائش سے لے کر اپنی موت کے وقت تک سجدے کی حالت میں پڑا رہے تب بھی جب یہ قیامت کے دن کھڑا ہو گا تو اس سارے عمل کی اللہ کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔مسلم شریف کی ایک بہت طویل حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دس مرتبہ فرماتا ہے: یٰعِبادی...... اے میرے بندو! اے میرے بندو......! تمہارے سارے کے سارے انسان، تمہارے سارے کے سارے جنات سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار شخص کی طرح ہو جائیں تو میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا اور تمہارے سارے کے سارے انسان اور تمہارے سارے کے سارے جنات سب سے زیادہ فاسق اور فاجر شخص کی طرح ہو جائیں تو میری بادشاہت میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی۔

اللہ کو ہماری عبادات، ہماری نیکیوں کی اور ہمارے سجدوں کی کی کوئی حاجت نہیں۔اگر ضرورت ہے تو ہمیں ہے۔اس لیے کہ ہمارے رب کا حکم ہے اور ہماری حاجت ہے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔سورۃ الدھر میں جنت والوں کا بڑا پیارا ذکر ہوا ہے اور ان کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے:

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝﴾ (الدھر) ’’(اور کہتے ہیں کہ) ہم تو آپ کو یہ کھانا کھلا رہے ہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے، ہم آپ سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ۔‘‘

جب کوئی چیز اللہ کے نام پر، اللہ کے لیے دے رہے ہیں تو پھر اس میں دکھاوا، ریا یا اپنی تعریف کا کوئی پہلو نہیں ہونا چاہیے۔وہ خالص اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔جب دکھاوا کیا تو پھر وہ اللہ کے لیے نہیں بلکہ اپنی تعریف کے کیا گیا عمل ہو گا۔اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: سات قسم کے افراد روز محشر اللہ کے سائے میں ہوں گے ان میں ایک وہ ہو گا جس نے دائیں ہاتھ سے صدقہ دیا تو اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلے۔

اللہ یہ اخلاص ہمیں عطا فرمائے۔البتہ فرائض تو علی الاعلان ادا ہوں گے۔نماز فرض ہے باجماعت ادا کریں گے۔اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ فرائض ہیں جو اجتماعی طور پر ادا ہوں گے۔کبھی ان کا ذکر کوئی کرتا ہے تا کہ دوسروں کو ترغیب ہو تو وہ اپنا نام نہ لے بلکہ کہے کہ ایک صاحب کا بڑا اچھا یہ طرز عمل ہے۔لیکن اپنی نیکیوں کے چرچے کرنا، اپنی تعریفوں کے پل باندھنا یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔کیونکہ دکھاوا ایک درجے کا شرک ہے۔حضور ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ صَلّٰی یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَکَ، وَمَنْ صَامَ یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَکَ، وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَکَ)) (رواہ احمد، مشکوٰۃ، باب الریاء والسُّمعۃ)

’’جس نے نماز پڑھی دکھاوے کے لیے وہ شرک کر چکا، اور جس نے روزہ رکھا دکھاوے کے لیے وہ شرک کر چکا، اور جس نے خیرات دی دکھاوے کی غرض سے وہ بھی شرک میں ملوث ہو چکا!‘‘ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔اور دکھاوے اور ریاکاری سے محفوظ فرمائے۔آمین!

SOPs کوئی نئی چیز نہیں۔ اسلام میں ”سدِ ذرائع“ کے نام سے یہ تصور پہلے سے موجود ہے: ڈاکٹر محمد حسیب اسلم

کرونا وائرس کے متعلق سازشی تھیوریز کی وجہ سے لوگ لاپرواہی کا شکار ہو کر کرونا وبا کے منہ میں جا رہے ہیں: رضاء الحق

کرونا کی تیسری لہر اور سازشی تھیوریز کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: کورونا وائرس کی تیسری لہر آچکی ہے اور اب بھی کچھ لوگ اس کو سازش سمجھ رہے ہیں۔ اس وائرس کی حقیقت کیا ہے؟

ڈاکٹر محمد حسیب اسلم: اس وقت کورونا وائرس اور اس کے حوالے سے سازشی تھیوریز لوگوں کو متاثر کر رہی ہیں اور لوگ اس حوالے سے مختلف آراء میں بٹتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۶﴾ (بنی اسرائیل) ”اور مت پیچھے پڑو اُس چیز کے جس کے بارے میں تمہیں علم نہیں۔ یقیناً سماعت‘ بصارت اور عقل سبھی کے بارے میں باز پُرس کی جائے گی۔“

ہمارے استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ آج سائنس، ٹیکنالوجی اور جدید دور کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ ہے کہ اپنے علم و آگاہی کی بنیاد حقائق پر رکھی جائے۔ کرونا وائرس کو اگر سائنسی بنیادوں پر پرکھا جائے تو یہ ایک Zoonotic وائرس ہے جو پہلے جانوروں میں تھا اور پھر وہاں سے اپنی شکل تبدیل کر کے انسانوں میں آیا۔ اس کی ابتدا چین سے ہوئی اور وہاں سے پھر پوری دنیا کے انسانوں میں پھیل رہا ہے۔ امریکہ نے اس حوالے سے چین کو ہی موردِ الزام ٹھہرایا اور چین نے جوابی الزام میں کہا کہ چند امریکی فوجی چین آئے تھے اور انہوں نے یہاں وائرس کو پھیلایا۔ یعنی دو سپر پاورز جن کی پہلے معاش اور ٹیکنالوجی کے میدان میں جنگ چل رہی تھی انہوں نے کرونا وائرس کو ایک ٹول کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا۔ جب یہ وبا پوری دنیا میں پھیل گئی تو پھر پتا چلا کہ اصل میں حقیقت کچھ اور ہے۔ پھر فائیو جی کو مسئلہ بنایا گیا کہ جہاں جہاں فائیو جی جا رہا ہے وہاں یہ مسئلہ آ رہا ہے لیکن پھر دیکھا گیا کہ جہاں فائیو جی نہیں ہے وہاں بھی یہ وائرس پھیل گیا ہے۔ چنانچہ یہ کہانی بھی فلاپ ہوگئی۔ پھر یہ بات چلی کہ جو لوگ اس کے علاج کے لیے ویکسین بنا رہے ہیں یعنی بل گیٹس وغیرہ یہ ان کی کوئی سازش ہے۔ بہرحال یہ مختلف کہانیاں پھیل رہی ہیں لیکن ہمیں ایک چیز پورے شعور کے ساتھ سمجھنی چاہیے کہ یہ ایک بیماری ہے

مرتب: محمد رفیق چودھری

اور بیماری اللہ کے اذن سے آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لیے آزمائش یا سزا دونوں صورتوں میں ہوتی ہے۔ یعنی جو لوگ اچھے ہیں ان کے لیے آزمائش ہے اور جو لوگ برے ہیں ان کے لیے سزا ہے۔ یہ وائرس موجود ہے لیکن اس پر ہمارا طرزِ عمل کیسا ہے اور اس سے فائدہ کون اٹھا رہا ہے۔ ان باتوں کو ہم الگ الگ رکھیں تو پھر بات کھل کر سامنے آئے گی۔

سوال: کورونا کے معاملے میں ہمیں سازشی تھیوریز کو کتنی اہمیت دینی چاہیے؟

رضاء الحق: اصل میں جو نئی چیز ہوتی ہے اس میں زیادہ ابہام ہوتا ہے یعنی لوگوں کو زیادہ معلوم نہیں ہوتا البتہ اس فیلڈ کے ماہرین کو معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں لوگوں کی رسائی پوری دنیا تک بہت زیادہ ہے اور معلومات اور رائے سازی بھی لوگوں کے پاس بہت زیادہ آگئی ہوئی ہے۔ انفارمیشن میں ڈس انفارمیشن بھی شامل ہوتی ہے۔ ہمیں بہت سے لوگ ایسے نظر آئے جو سستی شہرت کے لیے ڈس انفارمیشن پھیلاتے ہیں۔ جہاں تک سازشی تھیوریز کا تعلق ہے تو ان کی ایک پوری تاریخ ہے لیکن حالیہ پندرہ بیس سالوں میں سازشی تھیوریز بہت زیادہ عام ہوئیں۔ یہ سازشی تھیوریز بنیادی طور پر دو طرح کی ہیں۔ ایک وہ جن کی بنیاد ایسے ٹھوس شواہد اور حقائق پر تھی کہ بالآخر ان کے موقف کو تسلیم کیا گیا۔ مثلاً نائن الیون کے بارے میں لوگ دو کیمپس میں تقسیم ہیں۔ ایک وہ ہیں جو عالمی میڈیا کی کہانی کو سچ مانتے ہیں کہ دہشت گردوں نے جہاز اغوا کیے اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو اڑا دیا۔ دوسری تھیوری یہ تھی کہ یہ سب ایک ڈراما تھا جو ایجنسیوں نے رچایا تھا۔ اس حوالے سے امریکہ کے چوٹی کے انجینئرز کے پینل کی ایک رپورٹ بھی سامنے آگئی کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے شواہد بھی سامنے آگئے مثلاً جب ٹوین ٹاور گر رہے تھے تو ان کے ساتھ سیون ٹاور بھی تھا جو ابھی گرا نہیں تھا لیکن بی بی سی کی ایک رپورٹر نے پہلے ہی خبر دے دی کہ سیون ٹاور بھی گر گیا ہے۔ جبکہ وہ کافی دیر بعد میں گرا تھا۔ چنانچہ نائن الیون کے حوالے سے جو تھیوریز ہیں ان میں دونوں طرح کے لوگوں کے پاس دلائل ہیں۔ اسی طرح کچھ سازشی تھیوریز ایسی ہیں جن کی بنیاد میں کوئی ٹھوس شوائد موجود نہیں ہیں لیکن ان کو لوگ سچ مانتے ہیں۔ حالانکہ وہ غلط بھی ثابت ہو چکی ہیں۔ آج بھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو سمجھتے ہیں کہ زمین گول نہیں بلکہ فلیٹ یعنی چپٹی ہے۔ پھر چاند پر انسان کے پہلے قدم کے بارے میں بھی مختلف تھیوریز ہیں۔ جہاں تک کرونا وائرس کے حوالے سے سازشی تھیوریز کا تعلق ہے تو ان کی بنیاد صرف افواہوں پر ہے، کوئی ٹھوس شواہد ان کی بنیاد میں موجود نہیں ہیں۔ اس حوالے سے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر ہم غلط بات لوگوں تک پہنچائیں گے تو اسلامی نقطۂ نظر سے کیا یہ صحیح ہوگا؟ پھر ایسی غلط افواہیں پھیلانے سے جب لوگ کرونا وبا سے لاپرواہ ہو کر اس کا

تیزی سے شکار ہو رہے ہیں تو اس نقصان کا ذمہ دار کون ہے؟ ظاہر جو ایسی بے بنیاد افواہیں پھیلاتے ہیں وہی انسانی جانوں کے ضیاع کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ ہمیں اس حوالے سے بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے۔ میرے پاس اس بات کا ثبوت تو موجود نہیں ہے کہ کرونا انسان کا بنایا ہوا وائرس ہے یا نہیں لیکن میرے پاس یہ ثبوت موجود ہے کہ کرونا وائرس ہوا کے ذریعے پھیلنے والا وائرس نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ دوسرا یہ کہ اٹلی میں یہ وائرس باہر سے نہیں گیا بلکہ مقامی لوگوں کے ذریعے ہی پھیلا ہے۔

سوال: کیا دجال اور امام مہدی کی آمد کی خبریں سازشی تھیوریز تو نہیں؟

رضاء الحق: دجال اور دجالیت کے حوالے سے ہمارے پاس احادیث میں واضح خبریں موجود ہیں۔ ہمارے لیے قرآن و حدیث ہی علم کا بنیادی اور بڑا ذریعہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بھی بہت اہمیت ہے۔ مسلمانوں کے عروج کے دور میں مسلمان ہی سائنس اور ٹیکنالوجی میں سب سے آگے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم زوال کا شکار ہوئے تو وہ سبق بھی کسی دوسرے کے پاس چلا گیا اور اس نے پھر اپنے مقصد کے لیے اس کا استعمال کیا۔ چنانچہ دشمن طاقتوں نے جب سائنس اور ٹیکنالوجی کو استعمال کرنا شروع کیا تو اس کو اپنے ایجنڈے کے مطابق استعمال کرنا شروع کر دیا۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ جب یورپ ڈارک ایجز میں تھا اس وقت علوم کے مراکز مسلمانوں کے پاس تھے۔ خاص طور پر غرناطہ کی یونیورسٹیاں جدید سائنس کی بنیاد رکھ چکی تھیں۔ یورپ سے لوگ وہاں پڑھنے آتے تھے۔ اس دور میں مسلمان سائنس دان بہت آگے تھے۔ جب مغربی سائنس دانوں نے سائنس کے علوم میں ترقی کی تو انہوں نے تین چیزوں کے بدلے تین چیزوں کو بہت اہمیت دینی شروع کی۔

1۔ روح کے بدلے بدن کو اہمیت دینی شروع کی۔ یعنی سارا فوکس مادہ پر ہو گیا۔

3۔ آخرت کی جگہ دنیا کے اوپر ساری توجہ دینی شروع کر دی کہ سب کچھ دنیا ہی ہے۔

3۔ اللہ تعالیٰ جو اس تمام کائنات کا خالق ہے اس کی جگہ کائنات کو اہمیت دینی شروع کر دی۔ آج مغربی سائنس دان خدا کا نام لینے سے ہی کتراتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ the universe designed by itself یہ مغرب کی ایک سازشی تھیوری ہے جو جھوٹ اور مذہب دشمنی پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ دجالی ایجنڈے کا حصہ ہے کہ لوگوں کے دل و دماغ سے خدا کا تصور نکال دو۔ ظاہر ہے مسلمانوں نے جب علم کو چھوڑا تو وہ کسی نے تو استعمال کرنا ہی تھا۔ شیطان تو انسان کا ازلی دشمن ہے اس نے مغرب کو دجالی راستے پر ڈال دیا اور مغرب نے سائنس و ٹیکنالوجی کو دجالی ایجنڈے کے نفاذ کے لیے استعمال کیا۔ پھر مسلمان مغلوب ہوئے تو وہ بھی مغربی پروپیگنڈے اور بے خدا نظریات سے متاثر ہونے لگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دجال اور دجالیت حقیقت ہیں۔ دجال نے کب آنا ہے اس کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے۔ علم شماریات کا بنیادی اصول ہے کہ جب تک کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے آپ کے پاس حقائق نہ ہوں اس وقت تک اس چیز کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہی حقیقت ہے۔

> کرونا وائرس نمی کے ذریعے پھیلتا ہے اور فیس ماسک نمی کو روکتا ہے۔ لہٰذا فیس ماسک کا استعمال کرونا وبا کو پھیلنے سے روکنے میں سودمند ثابت ہو رہا ہے

سوال: کیا ماسک لگانا کورونا سے تحفظ کی ضمانت ہے؟

ڈاکٹر حسیب اسلم: کرونا وائرس اصل میں droplet based ہے۔ یعنی جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہماری سانس کے ساتھ نمی باہر آتی ہے یا چھینک اور کھانسی کرنے سے بھی نمی باہر آتی ہے۔ حتیٰ کہ بات کرنے سے بھی ایسا ہوتا ہے اور کرونا وائرس اسی نمی کے ذریعے پھیلتا ہے۔ اس فیلڈ کے ماہرین جانتے ہیں کہ ماسک اس نمی کو روکنے کے لیے کتنا فائدہ مند ہے۔ لیکن عام لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ انہیں جس چیز کے بارے میں علم نہیں ہوتا اس پر بھی وہ رائے زنی شروع کر دیتے ہیں۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس ماسک کی وجہ سے استعمال شدہ آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ انسان کے اندر جائے گی جس کی وجہ سے وہ اور زیادہ بیمار ہوگا۔ اب پتا نہیں ان کے نزدیک استعمال شدہ آکسیجن سے کیا مراد ہے؟ حالانکہ کاربن ڈائی آکسائیڈ تو ویسے بھی اندر جا ہی رہی ہے۔ اصل میں یہ ماسک نمی کو روکنے کے لیے ہے جس کے اندر وائرس موجود ہو سکتا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ میڈیکل کے ماہرین پر اعتماد کریں۔

سوال: کیا کورونا کے ذریعے کسی کا مقصد انسان کو اپنا غلام بنانا ہے؟

رضاء الحق: جب سے عالمِ طاغوت نے بریٹن ووڈ اکارڈ کیا تو مالیاتی نقطۂ نظر سے انہوں نے اسی وقت سے ہی کوشش شروع کر دی کہ پوری دنیا پر کنٹرول حاصل کیا جائے۔ اس وقت امریکہ سپر پاور بن کر سامنے آیا اور اسرائیل ایک ملک کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ جب جرمنی کے سائنسدانوں کو ہولوکاسٹ کے جرم میں گرفتار کر کے ٹرائل کے لیے لے جایا گیا کہ تم نے یہودیوں کو مارا ہے اسی دوران CIA کا آپریشن ''پیپر کلپ'' ہوا جس میں 80 سے زائد نازی سائنسدانوں کو خفیہ طور پر امریکہ لے جایا گیا اور ان کی مدد سے مین ہیٹن میں ایک پراجیکٹ شروع کیا جس میں ایٹم بم بنایا گیا۔ یہی ایٹم بم بعد میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے گئے۔ یعنی اس کو بنانے والے جرمن تھے۔ اب آپ دیکھئے کہ امریکہ کا ایک چہرہ وہ تھا جس میں وہ کہہ رہا تھا کہ ان سائنسدانوں کو قتل کرو کیونکہ انہوں نے یہودیوں کو مارا ہے۔ جبکہ دوسرا چہرہ وہ تھا کہ اس نے انہی سائنسدانوں کو امریکہ لے جا کر ان سے ایٹم بم بنانے کا کام لیا۔ اسی طرح امریکہ نے نائن الیون کا ڈراما کر کے اسے اپنے وسیع تر مفاد میں استعمال کیا۔ اسی طرح اب کرونا وائرس کے بعد کی دنیا کو بھی وہ اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ سوال یہ ہے کہ کورونا وائرس کے بعد کی دنیا میں کیا ہوگا؟ مغربی طاقتوں کے مستقبل کے کیا پلانز ہیں؟ کچھ چیزیں واضح ہو رہی ہیں۔ جیسے انڈیا کے وزیر اعظم کا یہ کہنا کہ پوسٹ کورونا میں انڈیا کا کوئی رول ہوگا اس کا مطلب یہی ہے کہ لوگوں کا استحصال کیا جائے گا۔

ڈاکٹر حسیب اسلم: اسلام کی تاریخ کو سامنے رکھیں تو پہلے مسلمانوں کا عربوں کے ذریعے عروج ہوا۔ پھر عثمانیوں کے ذریعے مسلمانوں نے عروج حاصل کیا لیکن جب مسلمان زوال کا شکار ہوئے تو پھر مغربی طاقتیں دنیا پر غالب آنا شروع ہوئیں۔ اس کے بعد ایک بحث شروع ہو گئی۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ مغرب نے سازش کر کے مسلمانوں کو زیر کیا۔ دوسری تھیوری یہ ہے کہ ہم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کمزور ہوئے اور مغلوب ہو گئے۔ یعنی جب بحیثیت اُمت اپنے فرائض دینی ادا کرنے کی بجائے محض اقتدار اور دولت کی ہوس میں پڑ گئے تو اللہ نے ہماری طاقت سلب کر لی اور ہماری صفوں میں منافقت آ گئی۔ یہ ایک کڑوی حقیقت ہے جس کو ہمیں تسلیم کرنا ہوگا۔ یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے پیدا کی ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تم وہ بہترین اُمت ہو۔" (آل عمران:110)

جب تک ہم نے اللہ کے اس حکم کو بجالانے کی جدوجہد جاری رکھی اس وقت تک ہم دنیا پر بالا دست رہے۔ پھر جب ہم نافرمانیوں کی وجہ سے پست ہو گئے تو دنیا پر نیو ورلڈ آڈر چھا گیا۔ اس سے مغرب اور دجالی قوتوں نے فائدہ اٹھایا۔ اسی طرح اب کرونا آیا تو اس سے بھی وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں جبکہ ہم نقصان اٹھا رہے ہیں۔ ایک بزرگ نے بڑی اچھی بات کہی کہ سورج نکلتا ہے تو اس کے نکلنے سے کفار فائدہ اٹھاتے ہیں، مومن سویا رہتا ہے۔ سورج سارا دن چمکتا ہے اس کی چمک سے کفار فائدہ اٹھاتے ہیں مومن کچھ بھی نہیں کرتا۔ سورج غروب ہوتا ہے تو پھر وہ ستاروں اور رات سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو قرآن نے ہمیں تعلیم دی تھی اگر ہم اس کے مطابق فائدہ نہیں اٹھاتے تو کوئی دوسرا فائدہ اٹھائے گا۔

سوال: دجال دنیا میں جو کچھ کرے گا وہ اب ہمیں احادیث کی روشنی میں نظر آرہا ہے اس صورت حال میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

رضاء الحق: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ دیکھنے کے لیے میری دو آنکھیں ہیں۔ ایک قرآن وسنت اور حدیث یعنی دین اور دوسری حالاتِ حاضرہ اور علوم دنیوی۔ حدیث جبرائیل صحیحین کی حدیث ہے جس میں قیامت کی نشانیوں کا ذکر آتا ہے۔ اس میں ایک نشانی یہ تھی کہ بھوکے ننگے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔ یہ علامت ہم اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ یہ واقعات ہونے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی جو احادیث دورِ فتن کے حوالے سے ہیں ان میں بہت سی ایسی نشانیوں کا ذکر ہے۔ جیسا کہ فحاشی عام ہو جائے گی، زنا عام ہو جائے گا، کمینے لوگ سردار بن جائیں گے، حاکم بن جائیں گے وغیرہ۔ یہ ساری چیزیں اب ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس دورِ فتن میں مسلمانوں کے لیے قرآن وحدیث میں راہنمائی موجود ہے کہ وہ قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنی زندگیوں کو اللہ کی اطاعت میں بسر کریں تو وہ ان فتنوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اگر وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان فتنوں کے خلاف جہاد کریں تو یہ ان کے لیے اور بھی سعادت کی بات ہوگی اور وہ زندگی کی آزمائش میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اس کے لیے پہلے ہمیں تیاری کرنی پڑے گی۔ وہ تیاری یہی ہے کہ جو چیز ہمیں قرآن وسنت اور شریعت سے دور کرتی ہے اس کو چھوڑ دیں کیونکہ وہ فتنہ ہے۔ البتہ جس چیز کے کرنے میں ہمارے ایمان کا نقصان نہیں اس کو ہم اختیار کر سکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ وہ فراست قرآن وحدیث کا علم ہے جس کی روشنی میں ہم اپنا لائحہ عمل تیار کر سکتے ہیں۔

سوال: حکومتی ایس او پیز کے حوالے سے ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

ڈاکٹر حسیب اسلم: ایس او پیز کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ بیماری سے بچنے کے ذرائع اختیار کیے جائیں۔ اب متعلقہ شعبہ کے ماہرین میں اس پر بحث ہوسکتی ہے کہ کون سا ذریعہ زیادہ فائدہ مند ہے اور کونسا کم فائدہ مند ہے۔ اس میں کسی بحث کا ہونا قطعاً اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ چیز استعمال ہی نہیں کی جا سکتی۔ دوسری بات ہمیں یہ دیکھنی چاہیے کہ ایس او پیز کے حوالے سے اسلام ہمیں کیا سکھاتا ہے۔ اسلام بھی ہمیں سکھاتا ہے کہ کسی بری چیز کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ یعنی اس کی طرف جانے کے جو ذرائع ہیں ان پر بھی اسلام روک لگاتا ہے۔ شریعت میں اس کے لیے "سدِ ذرائع" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے کہ جو چیز مسلمان اور اسلامی معاشرے کے لیے نقصان دہ ہیں ان پر روک لگائی جائے۔ جیسے ٹریفک کے حادثے سے بچنے کے لیے ہم ہیلمٹ پہنتے ہیں یا سیٹ بیلٹ باندھتے ہیں۔ اسی طرح کورونا وائرس ایک بیماری ہے جس سے بچنے کے لیے ہم ہاتھ دھوئیں گے، ماسک پہنیں گے، سوشل distance رکھیں گے۔ اگر گھر میں کوئی ایسے بزرگ ہیں جو دل، شوگر یا سانس کے مرض میں مبتلا ہیں تو ظاہر ہے آپ باہر آتے جاتے ہیں تو ان سے تھوڑا سا فاصلہ رکھیں گے۔ کیونکہ آپ ان کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیں گے۔ جہاں تک حکومتی ایس او پیز کی بات ہے تو ہر قوم کا اپنا ایک شاکلہ ہوتا ہے، اپنی ایک فطرت ہے۔ ہماری قوم کی یہ نیچر ہے کہ چاہے کوئی جتنا ہی اچھا قانون کیوں نہ بن جائے ہم اس کو فالو نہیں کرتے۔ پہلے ہم کونسے قوانین پر عمل کرتے آئے ہیں کہ اب کریں گے۔ دوسری طرف حکومت کون سی صحیح طریقے پر اپنے قوانین پر عمل کرواتی آئی ہے کہ اب کرے گی۔ اصولی طور پر سرکاری ملازمین کا کسی سیاسی پارٹی سے تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ قائد اعظم نے بھی یہی ہدایات دی تھیں۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہوتا۔ جو بھی کوئی سرکاری افسر ہے اس کا جھکاؤ جس سیاسی پارٹی، مسلک یا علاقے کی طرف ہے اس کو وہ ہر لحاظ سے سپورٹ کرتا ہے۔

اسی طرح رمضان کا مہینہ ہے جو مومن کے لیے بڑا بابرکت ہوتا ہے، اس میں اس کے لیے نیکیوں کا سیزن ہوتا ہے۔ بالخصوص رفیق تنظیم کے لیے پورے سال میں دعوت کا ایک بہترین موقع آتا ہے تو ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہم ان بحثوں میں پڑنے کی بجائے اپنی دعوت کو تیز کرنے کے لیے متبادل ذرائع اختیار کریں تاکہ موجودہ حالات سے اگر دوسرے کوئی فائدہ اٹھا رہے ہیں تو ہم بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

اگر ہم حفاظت کے لیے ایس او پیز کو فالو کریں تو یہ ہمارے اپنے لیے بھی اور اس معاشرے کے لیے بھی بہت سود مند ثابت ہوگا۔ ہر ایک کوشش کرے کہ میری وجہ سے کوئی دوسرا متاثر نہ ہو۔ میں کسی کو بیمار کرنے کا ذریعہ نہ بنوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم جھوٹی افواہیں پھیلانے کا کام بھی روک دیں۔ کیونکہ افواہ کی وجہ سے کوئی لاپرواہی میں کرونا مرض میں جا پڑا اور خدانخواستہ اس کا جانی و مالی نقصان ہو گیا تو اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ اسی طرح ہر بندہ ماسک پہنے، سوشل ڈسٹنس رکھے اور دیگر تمام ایس او پیز کو فالو کرے تاکہ اس کی ذات سے کسے دوسرے انسان کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس بیماری سے پوری انسانیت کو محفوظ رکھے۔ اگر کوئی پوسٹ کرونا مکروفریب کے جال بُن رہا ہے تو اس کے شر سے انسانیت کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 32 سال، ذاتی کاروبار کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4300985

☆ سیالکوٹ میں رہائش پذیر رحمانی فیملی کو اپنے بیٹے، رفیق تنظیم، عمر 28 سال، تعلیم بی کام کو عقد ثانی (پہلی بیوی سے بوجہ علیحدگی) کے لیے دینی مزاج کی حامل، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے سیالکوٹ اور قرب وجوار کے رہائشی خاندان قابل ترجیح۔

برائے رابطہ: 0300-6178845

روزے کا حاصل اور دعا کی اہمیت

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

آج میں روزے کے اصل حاصل کے حوالے سے گفتگو کروں گا۔ حدیث کی رُو سے اس ماہ مبارک میں دو متوازی عبادتیں ہیں' جن میں سے ایک کو فرض کیا گیا ہے جبکہ دوسری کے لیے ترغیب وتشویق ہے۔ ایک عبادت دن کی ہے یعنی روزہ اور ایک عبادت رات کی ہے یعنی قیام اللیل مع القرآن۔ رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے' لہٰذا روزے اور قرآن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت 185 کے آخر میں رمضان کا اصل حاصل یہ بیان کیا گیا ہے کہ تمہارے اندر شکر پیدا ہو۔ قرآن کی عظمت سے تم واقف ہو جاؤ۔ اسی آیت مبارکہ میں قرآن کو ھدی اللناس کہا گیا' یعنی یہ فی نفسہٖ تا قیام قیامت تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے لیکن درحقیقت وہی لوگ اس سے استفادہ کر سکیں گے جن کا رجحان نیکی کی طرف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں بھلائی اور برائی' خیر اور شر میں فرق کا تصور موجود رکھا ہے۔ چنانچہ جس کی اخلاقی حس بیدار ہوگی' وہ قرآن سے استفادہ کر سکتا ہے۔ رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح میں پورا قرآن مجید سن لینا بھی انہی کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے جن کی مادری زبان عربی ہے' اُن کے ذہن اور قلب میں تو کلام الٰہی اُترتا چلا جاتا ہے جبکہ ہم اس سے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ دورہ ترجمہ قرآن کسی درجے میں اسی کی تلافی ہے کہ پہلے اس کا ترجمہ اور کچھ تشریح سن لی جائے جو کچھ چار رکعتوں میں پڑھا جانے والا ہے اور اس کے بعد تراویح ادا کی جائے۔ اس سے قرآن کی عظمت واضح ہوگی۔ کسی نعمت پر شکر اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب اس کی وقعت اور قدر و قیمت کا ادراک ہو۔ اگر ایک بچے کے ہاتھ پر ہیرے کا ٹکڑا رکھ دیا جائے تو اس کے اندر شکر کا کوئی جذبہ نہیں اُبھرے گا' لیکن اگر وہی ہیرا کسی جوہری کو دکھایا جائے تو وہ اس کی صحیح قدر و قیمت سے آگاہ ہوگا۔ اسی طرح قرآن کی قدر و قیمت سے اسی صورت میں آگاہ ہوا جا سکتا ہے کہ دن میں روزہ رکھا جائے اور رات کو قرآن مجید سمجھ کر اپنے دل میں اتارا جائے۔ اس شکر کے عملی پہلو کو میں نے اپنی کتاب ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' میں بیان کیا ہے۔

سورۃ المومن کی آیت 60 دعا کے موضوع پر اہم ترین آیت ہے۔ فرمایا گیا: ''اور تمہارا رب کہتا ہے مجھ کو پکارو تاکہ تمہاری پکار کو پہنچوں۔ بے شک جو لوگ میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں' وہ دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے''۔ دعا کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''دعا عبادت کا جوہر ہے۔'' ایک دوسری حدیث مبارکہ کی رُو سے دعا ہی اصل عبادت ہے۔ لیکن آج بدقسمتی سے دعا مانگنا' دعا کرنا' دعا پڑھنا تین مختلف کام ہو گئے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ دعاؤں کی کتاب ہاتھ میں لیے پھر رہے ہیں اور اس میں سے پڑھتے جا رہے ہیں' یہ محض دعا پڑھنا ہے۔ اس کے اندر آپ کے اللہ سے ہم کلام ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طریقے سے دعا مانگنے اور دعا کرنے میں بڑا فرق ہے۔ دعا اصل میں کیا ہے' فلسفیانہ اعتبار سے اس کی تشریح علامہ اقبال نے اپنے لیکچرز میں بڑے پیارے انداز میں کی ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ ہمارے اندر ایک انا ہے (جسے مَیں' خودی' Self' Ego سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے)' لیکن جیسے ہمارا وجود محدود ہے اسی طرح ہماری یہ انا بھی محدود ہے۔ چنانچہ یہ انائے صغیر ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی انائے کبیر ہے۔ اس کا سب سے بڑا مظہر سورۂ طٰہٰ کی آیت 14 ہے' جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''میں وہ ہوں جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے' پس میری ہی بندگی کرو''۔ انانیت کا لفظ اگر ہم اپنے لیے بولیں گے تو یہ مناسب نہیں ہوگا' لیکن اللہ کو یہ جامہ زیب دیتا ہے۔ ''المتکبر'' اس کا ایک صفاتی نام ہے۔ علامہ اقبال کا کہنا ہے کہ درحقیقت دعا اسی وقت ہوتی ہے جب انائے صغیر انائے کبیر کے روبرو ہو۔

جس چیز کو ہم انا کہتے ہیں' قرآن کی اصطلاح میں وہ ہماری روح ہے۔ اس روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف نسبت دی ہے۔ یہ روح ربانی ہمارے وجود حیوانی کے بوجھ تلے دبی رہتی ہے۔ اس وجود حیوانی کی تکلیف' راحت نقد ہے اور ہمیں ان کا ہر وقت احساس رہتا ہے۔ اپنے جسم کے تمام تقاضے ہم پورے کر رہے ہیں جبکہ روح سے بیگانہ ہیں۔ روح کی موجودگی کا ہمیں احساس ہی نہیں ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے اپنے فلسفۂ خودی کا ماخذ سورۃ الحشر کی اس آیت کو قرار دیا تھا کہ: ''ان لوگوں کی مانند مت ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا''۔ وہ ''اپنا آپ'' کون سا ہے جس سے انسان غافل ہو جاتا ہے؟ اپنے وجود حیوانی سے تو انسان کبھی غافل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس آیت مبارکہ میں درحقیقت مراد روح سے ہے۔ اس روح ربانی کے اندر اللہ سے ہم کلام ہونے کی صلاحیت ہے' لیکن اسے موقع نہیں ملتا۔ یہ مضمحل پڑی رہتی ہے' ہم اسے غذا ہی نہیں دیتے۔ روزے کی وجہ سے اس روحانیت پر حیوانیت کا دباؤ کچھ کم ہوتا ہے تو اسے سکون ملتا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ لہٰذا رمضان میں دن کے روزے اور رات کو قرآن کے ساتھ قیام کا حاصل بھی یہی ہے کہ روح انسانی کو زندہ کیا جائے۔ ایک حدیث مبارکہ کی رُو سے رات کی آخری ساعتوں میں اللہ تعالیٰ عرش معلیٰ سے سمائے دنیا پر نزول فرماتا ہے اور پھر وہاں سے ندا ہوتی ہے: ''ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کی بخشش کر دوں۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں''۔ اس کی رحمت تو جوش میں ہے' لیکن کوئی سائل ہی نہیں۔ یہ ہے دعا کا اصل مفہوم اور اس کا طریقہ کہ انائے صغیر' انائے کبیر کے روبرو ہم کلام ہو!

اب آپ نماز کی حقیقت کو سمجھیں۔ حدیث میں کہا گیا ہے کہ ((الصلوٰۃ معراج المؤمنین)) ''نماز مومنوں کی معراج ہے''۔ معراج میں اللہ کے ساتھ آنحضور ﷺ کا براہِ راست مکالمہ ہوا ہے' یہی براہِ راست مکالمہ ایک مومن کے لیے نماز میں ہو سکتا ہے بشرطیکہ اسے محض ایک رسم عبودیت سمجھ کر ظاہری طور پر ہی ادا نہ کیا جائے۔ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی ابتدائی تین آیات کے ذریعے غائب کے صیغے میں اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے' پھر روبرو آ کر کہا جاتا ہے کہ: ''ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا''۔ یہ اللہ کے ساتھ مکالمہ ہے۔ لیکن ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کی روح بیدار ہو جائے۔ یہی دعا ہے۔

کسی انسان سے کچھ مانگا جائے تو اسے گراں گزرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو پسند کرتا ہے کہ اس سے طلب کیا جائے۔ اسی لیے سورۂ ق کی آیت 16 میں ارشاد ہوا کہ: ''ہم تو اس (انسان) سے اُس کی رگِ جاں سے بھی قریب تر ہیں''۔ یہ انسانی حقوق کا بہت بڑا میگنا کارٹا ہے۔ پوری انسانی تاریخ کے اندر دو طرح سے انسان کا

استحصال کیا گیا ہے۔ ایک سیاسی سطح پر کہ بادشاہوں کے حقوق کو خدائی قرار دے کر یہ کہا گیا کہ اگر تم نے بادشاہ کے حقوق کو چیلنج کیا تو گویا کہ خدا کو چیلنج کر دیا' اور دوسرا مذہبی استحصال جس کے ذریعے عام لوگوں کے ذہن میں یہ بٹھا دیا گیا کہ خدا بہت دور ہے اور تم ناپاک' گناہ گار ہونے کے باعث اس سے ہم کلام نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ تمہیں کوئی درمیانی واسطہ چاہیے۔ یہ واسطہ کسی پادری' پوپ' پیر' پنڈت یا پروہت کی شکل میں ہوگا۔ یہ استحصال سورۃ البقرہ کی آیت 186 نے ختم کیا ہے کہ: ''اور جب میرے بندے آپؐ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (کہہ دیجیے) میں قریب ہوں' ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے''۔

حدیث میں دعا کی قبولیت کی تین شکلیں بیان کی گئی ہیں۔ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ کوئی دعا بے نتیجہ نہیں ہوتی' لیکن اس کے نتیجہ خیز ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ اگر تو جو شے مانگی جا رہی ہے' وہ اللہ کے علم کی رُو سے اس بندے کے حق میں مفید ہو تو وہی عطا کر دی جاتی ہے۔ اگر طلب کردہ شے بندے کے حق میں بہتر نہ ہو تو اللہ اسے کوئی اور اچھی چیز دے دے گا۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو پھر وہ دعا اس بندے کے لیے توشہ آخرت بن جائے گی اور وہاں اس کا اجر وثواب اسے مل جائے گا۔ لہٰذا قلب کی گہرائی سے نکلی ہوئی دعا کسی حالت میں بھی منفعت سے خالی نہیں۔ تاہم اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یک طرفہ معاملہ نہیں ہے۔ انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ کا کہنا مانے اور شریعت میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے' ان میں کسی صورت بھی ملوث نہ ہو۔ اللہ کے ساتھ دوطرفہ بنیادوں پر تعلق قائم ہوگا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ مجھے یاد کرو' میں تمہیں یاد کروں گا۔ اسی طرح ارشاد ہوا کہ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر ہم اللہ کے باغیوں کے وفادار بنے ہوئے ہوں اور یہ چاہیں کہ اللہ ہماری دعائیں سنے تو ایسا ممکن نہیں۔ یہ معاملہ دوطرفہ چلے گا! سورۃ المومن کی آیت 14 میں واضح کر دیا گیا کہ: ''پس تم اللہ کو پکارو اس کے واسطے اپنی اطاعت کو خالص کر کے''۔ کسی ایسے معاملے میں جس میں خالق کی معصیت لازم آ رہی ہو' وہاں مخلوق میں سے کسی کی اطاعت نہیں ہوگی۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو طاغوت کا کفر کرے اور پھر اللہ پر ایمان لائے' وہ ہے کہ جس نے مضبوط کنڈے کے اوپر ہاتھ ڈال دیا ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ وابستہ ہو گیا' اب اس کے لیے کوئی کمزوری نہیں۔

لہٰذا ہمارے دین میں دعا کا یہ مقام ہے۔ اگر انسان دعا کے لیے مطلوب کیفیت کے حصول کے لیے محنت کر رہا ہو تو نماز حقیقت میں معراج کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ یہی صورت اس روزے کی ہے جو اللہ کی رضا کے لیے رکھا جائے اور جس کے تمام تقاضے پورے کیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی صحیح برکات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اس اندرونی انا' خودی اور روح کو بیدار کر دے جس میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے لیے پیاس ہے کیونکہ روحِ انسانی کا اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا اور پھر اسی سے مانگنا ہی درحقیقت عبادت کا جوہر اور اس کی روح ہے!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(یکم اپریل تا 07 اپریل 2021ء)

جمعرات (یکم اپریل 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔

جمعہ (02 اپریل 2021ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد ازاں معمول کی مصروفیات رہیں۔

ہفتہ (03 اپریل 2021ء) کو صدر انجمن خدام القرآن سندھ کے ہمراہ ایک حبیب سے آن لائن ملاقات میں شرکت کی۔ شام کو کراچی یونیورسٹی کے شعبہ کامرس کی الیمنائی کے حضرات کے ایک پروگرام میں سود اور زکوٰۃ کے موضوع پر مختصر گفتگو کی اور سوال و جواب کا سیشن ہوا۔ مزید براں مدرسین دورہ ترجمہ قرآن اور خلاصہ مضامین قرآن کے لیے ہدایات ریکارڈ کروائیں۔

اتوار (04 اپریل 2021ء) کی صبح انجمن خدام القرآن سندھ کے دوسالہ مشترکہ اجلاس میں شرکت کی۔ اس میں تنظیم کے تحت قرآن، رمضان اور تحریک رجوع الی القرآن کے موضوع پر عوامی خطاب بھی ہوا۔ سہ پہر کو بیرون پاکستان رفقاء سے ''رمضان اور قرآن'' کے حوالے سے آن لائن گفتگو کی۔

سوموار، منگل (05، 06 اپریل 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔ رات کو لاہور واپسی ہوئی۔

بدھ (07 اپریل 2021ء) کے روز بعد از ظہر تا عصر نائب امیر کے ہمراہ شعبہ نشر و اشاعت کے ایوب بیگ مرزا صاحب اور ان کے معاون سے ملاقات ہوئی۔ بعد نماز مغرب محترم رحمت اللہ بٹر صاحب (مرحوم) کے گھر ان کے صاحبزادے سے تعزیت کے لیے ناظم تربیت خورشید انجم کے ہمراہ جانا ہوا۔ بعد ازاں ان کے گھر کی قریبی مسجد میں نماز عشاء کے بعد مختصر تذکیر فرمائی۔ نائب امیر صاحب سے آن لائن مسلسل رابطہ کا سلسلہ جاری رہا۔

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ لاہور غربی، اقبال ٹاؤن کے معتمد محمد اسلم شاہد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ لاہور غربی، جوہر ٹاؤن کے ملتزم رفیق محمد عظیم وفات پا گئے۔

☆ حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم بہارہ کہو کے معتمد حسیب حامد کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0345-8525247

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، مردان کے رفیق محترم مہتاب علی کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0349-9042470

☆ رفیق تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور اور شعبہ مطبوعات، قرآن اکیڈمی لاہور کے کارکن مرتضیٰ احمد اعوان کے چچا وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0312-4024677

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، نوشہرہ کے ملتزم رفیق محترم جان نثار اختر کے چچا وفات پا گئے۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا، نوشہرہ کے رفیق محترم اختر علی کے بھائی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0333-9011464

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

نیکیوں کا موسم بہار

ڈاکٹر سعید احمد

رمضان المبارک کا مہینہ بندوں کے لیے قدرت کا انمول تحفہ ہے۔اس میں روزے داروں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں،اس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا عشرہ جہنم سے خلاصی کا ہے۔اسے اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔اس کی ایک ایک ساعت بیش بہا نعمتوں سے مالا مال ہے، اس کے ہر شب وروز میں لاکھوں کی تعداد میں جہنمیوں کو آزاد کیا جاتا ہے۔حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: رمضان المبارک کی ہر شب وروز میں اللہ تعالیٰ جہنم سے قیدیوں کو رہا کرتا ہے اور ہر شب وروز میں روزے داروں کی ایک دعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل اور بہتر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''یقیناً ہم نے اسے (قرآن کریم کو) شب قدر میں نازل کیا ہے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ شب قدر کیا چیز ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے افضل اور بہتر ہے جس میں اللہ رب العزت کے حکم سے فرشتے اور روح الامین (حضرت جبریل علیہ السلام) اترتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور طلوع فجر تک رہتی ہے۔'' (سورۃ القدر)

ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ رمضان المبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسی کیسی نعمتیں اور برکتیں پنہاں رکھی ہیں تو وہ تمنا کریں گے کہ سارا سال رمضان ہی ہو۔ جب یہ مبارک مہینہ قریب آتا تو نبی اکرم ﷺ اس کے استقبال کی تیاریاں شروع فرما دیتے اور اس میں عبادت وبندگی کے لیے کمر کس لیتے۔ ازواج مطہرات ؓ اور صحابہ کرام ؓ کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ یوں تو نبی کریم ﷺ ہمہ وقت عبادت وبندگی اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے لیکن رمضان المبارک کو اس حوالے سے بھی خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ اس ماہ مبارک کی عظمت وشان کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے جتنی بھی کتابیں، صحیفے اور احکام نازل فرمائے وہ سب کے سب اسی ماہ میں نازل کیے گئے چنانچہ مکمل قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اسی ماہ میں نازل اور پھر وہاں سے حضور ﷺ پر بتدریج حسبِ ضرورت 23 سال میں نازل ہوا۔اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام صحیفے اسی ماہ کی یکم یا 3 کو نازل ہوئے۔

حضرت داؤد کو زبور 18 یا 12 رمضان کو ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات 6 رمضان کو اتاری گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل 12 یا 13 رمضان کو ملی۔اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس ماہ مبارک کو کلام الٰہی سے خصوصی مناسبت ہے۔اسی وجہ سے اس ماہ میں کثرت سے تلاوت کلام پاک کی تاکید کی گئی ہے۔

سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رمضان المبارک میں روزانہ تشریف لاتے اور نبی کریم ﷺ کو قرآن سناتے۔بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام خود آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم سنتے تھے۔اگلے پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت کا مژدہ ملنے کے بعد بھی آپ ﷺ اتنی لمبی نمازیں پڑھتے کہ آپؐ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتے۔متعدد روایات میں آیا ہے کہ رمضان المبارک میں نبی کریم ﷺ کے اوراد واذکار، تلاوتِ کلام پاک اور دیگر عبادتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا۔آپ سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھے لیکن اس مہینے میں سخاوت وفیاضی میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو جاتا۔حضرت عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نہایت شفیق، ہمدرد، رحم دل اور مہربان انسان تھے۔جنگوں میں گرفتار کئے گئے قیدیوں اور اسیروں کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم فرماتے اور آپؐ کی ہمیشہ کوشش رہتی تھی کہ قیدیوں اور اسیروں کو طویل مدت کے لیے پابند سلاسل نہ رکھا جائے بلکہ انہیں آزاد کر دیا جائے اور جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو آپؐ تمام قیدیوں کو آزاد کرتے، کوئی سائل درِ رسالت پر پہنچتا تو وہ محروم نہیں ہوتا جو کچھ بھی دولت کدے پر موجود ہوتا آپؐ عنایت فرما دیتے تاہم رمضان المبارک میں آپ ﷺ کا معمول سب سے زیادہ تلاوت کلام پاک کا تھا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ نے حضور اقدس ﷺ سے نقل کیا ہے: جو شخص ایک آیت کلام اللہ شریف کی سنے گا اس کے لیے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور تلاوت کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن ایسا نور ہوگا جو سورج سے زیادہ روشن اور تابندہ ہوگا۔حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روزہ اور قرآن شریف دونوں بندے کے لیے قیامت کے روز شفاعت کریں گے۔روزہ بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گا: ''اے اللہ! میں نے اسے دن میں کھانے پینے اور نفسانی خواہشات پر عمل کرنے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن کریم کہے گا۔اے اللہ، میں نے رات کو اسے سونے سے روکے رکھا، میری شفاعت قبول کیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' حضرت سعید بن سلیم ؓ روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ رب العزت کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی اور نہ فرشتہ وغیرہ۔حضرت ابوذر ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: کوئی بندہ قرآن کریم کی تلاوت سے زیادہ کسی اور چیز کے ذریعے بارگاہ رب العزت میں تقرب حاصل نہیں کرسکتا۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام ؓ اور سلف صالحین ہمہ وقت تلاوت کلام پاک میں مصروف رہتے۔اس میں تدبر وتفکر کرتے، اس کی تعلیمات وہدایات پر عمل کرتے اور اس کے احکام کے خلاف ایک لمحہ بھی نہیں گزارتے تھے۔خاص طور پر رمضان المبارک کا مہینہ ان کے لیے نعمت غیر مترقبہ شمار ہوتا تھا۔وہ اس کے قیمتی لمحات کی بھرپور قدر کرتے اور قرآن پاک کے علوم ومعانی کے بحرِ ناپیدا کنار میں غواصی کرتے رہتے۔

آئیے ہم سلف صالحین کی پاکیزہ زندگی کا جائزہ لیں کہ وہ رمضان المبارک کے روح پرور ایمان افروز لمحات کو کس طرح گزارتے تھے۔حضرت اسود بن یزید ؓ

کے بارے میں آتا ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آجاتا تو ہر چیز سے کنارہ کش ہوجاتے اور تلاوت کلام پاک میں مصروف ہوجاتے تھے، حضرت سعید بن جبیر ؓ کا بھی یہی معمول تھا کہ رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی تمام دنیوی مصروفیتوں کو ترک کردیتے اور تلاوت کلام پاک میں ہمہ تن مشغول ہوجاتے۔ امام دار الہجرہ حضرت مالک بن انس ؓ رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی ہر چیز سے دست بردار ہوجاتے یہاں تک کہ احادیث مبارکہ کی تدوین وتالیف، بحث وتحقیق اور اہل علم کے ساتھ نشست و برخواست سے علیحدگی اختیار کرلیتے اور تلاوت کلام پاک میں مصروف ہوجاتے۔ حضرت قتادہ ؓ عام دنوں میں 7 دنوں میں قرآن کریم ختم فرماتے تھے لیکن جب رمضان کا مہینہ آجاتا تو ہر 3 دنوں میں ایک قرآن پاک ختم کرنے کا اہتمام کرتے۔ امام المحدثین حضرت محمد بن اسماعیل بخاری ؒ رمضان المبارک میں تراویح کے بعد تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوجاتے اور ہر 3 دن میں ایک قرآن کریم ختم کرتے۔ تمام سلف صالحین خاص طور پر رمضان المبارک میں تہجد کا بہت زیادہ اہتمام کرتے، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے متعلق روایت ہے کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی اور ہر طرف سکون پھیل جاتا تو آپ ؓ نہایت اہتمام سے وضو کرکے نماز میں مشغول ہوجاتے اور تہجد پڑھتے رہتے اور شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کے سینے سے رونے کی آواز آتی۔

حضرت طاؤس ؒ جب بستر پر جاتے تو جہنم کے خوف سے ان کی نیند اڑ جاتی، گھبراتے ہوئے کھڑے ہوجاتے اور وضو کرکے نماز پڑھنے لگتے اس حالت میں پوری رات گزار دیتے۔ حضرت امام حسن ؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ تہجد گزار کے چہرے اس قدر روشن اور پُر رونق کیوں ہوتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب ساری دنیا نیند کی آغوش میں ہوتی ہے تو یہ اللہ رب العزت کے برگزیدہ بندے اپنے نرم نرم بستروں کو چھوڑ کر بارگاہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہوجاتے ہیں اور نمازوں میں اس سے مناجات کررہے ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں نور کی ایسی خلعت عطا کرتا ہے جس سے ان کے چہرے پُر رونق ہوجاتے ہیں۔ حضرت عبدالعزیز بن رواد ؒ کے متعلق سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب رات ہوجاتی اور وہ اپنے بستر پر جاتے تو بستر کی طرف مخاطب ہوکر فرماتے کہ اے بستر! تو بہت زیادہ نرم اور گداز ہے لیکن جنت کا بستر تجھ سے زیادہ نرم اور گداز ہے اس کے بعد بستر چھوڑ دیتے، وضو کرکے نماز پڑھنے لگتے۔ حضرت فضیل بن عیاض ؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ رات آتے ہی نماز، تلاوت کلام پاک اور اور اذکار میں ہمہ تن متوجہ ہوجاتے۔ بعض سلف صالحین کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں تہجد میں 7 راتوں میں ایک قرآن ختم کرتے جبکہ بعض 10 راتوں میں تہجد کی نمازوں میں ایک قرآن پاک ختم کرنے کا اہتمام کرتے۔ رمضان المبارک کا مہینہ ہمدردی وغمخواری کا مہینہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: کوئی بھی بندۂ مومن کھجور کا ایک دانہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو وہ اسے بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے قیامت کے روز احد پہاڑ کی طرح کردے گا جسے دیکھ کر بندہ حیرت میں پڑ جائے گا۔ دوسری روایت میں آتا ہے: ہر شخص قیامت کے روز اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا، جو شخص اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے جتنا زیادہ اپنے حلال و پاکیزہ مال سے صدقہ، خیرات کرے گا غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کی ضرورتیں پوری کرے گا وہ اسی کے بقدر عرش کے سائے کے نیچے ہوگا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ صدقہ مصیبت و پریشانی کے 70 دروازوں کو بند کرتا ہے اس لیے جتنا ممکن ہوسکے صدقہ وخیرات کیا کرو۔ رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی نبی کریم ﷺ کی سخاوت وفیاضی دیگر مہینوں کے مقابلے میں بڑھ جاتی اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں خصوصی توجہ مرکوز فرماتے۔

حضرت یونس بن یزید ؒ حضرت شہاب الدین زہری ؒ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آجاتا تو تلاوت کلام پاک، غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے، کپڑا پہنانے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے کا خاص اہتمام کرتے۔ حضرت حماد بن ابوسلیمان ؒ رمضان المبارک میں ہر رات 50 غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتے، انہیں کپڑے عنایت کرتے اور ہر ایک کو 100 درہم دیتے تاکہ وہ امیروں کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے دسترخوان پر جب تک فقراء و مساکین حاضر نہیں ہوتے اس وقت تک وہ کھانا تناول نہیں فرماتے۔ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے اخیر عشرے میں اعتکاف کا اہتمام کرتے، حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا اخیر عشرہ آجاتا تو آپ ﷺ اپنا بستر لپیٹ دیتے، اعتکاف فرماتے اور عبادات الٰہی میں پوری طرح متوجہ ہوجاتے۔

تلاوت قرآن مجید

ماہِ رمضان میں سب سے اچھا عمل روزے کی حالت میں بھی اور افطار کے بعد بھی تلاوت قرآن مجید ہے۔ ماہِ رمضان میں آنحضور ﷺ جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ قرآن کو حفظ کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ جتنے حصے یاد ہوجائیں سینے کے نور، دل کی بہار اور قرار، غموں سے نجات اور پریشانیوں سے خلاصی کا ذریعہ بنیں گے۔ قرآن مجید کو مستند تفاسیر سے سمجھ کر پڑھنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اعتکاف کے دوران تو بالخصوص مطالعۂ قرآن وحدیث کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اس موسم بہار میں بہترین زادِ سفر ہیں۔

عبادات ومعاملات

'اسلام' ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ عربی زبان کے اس لفظ کے مفہوم میں سلامتی بھی شامل ہے اور سر تسلیم خم کردینا یعنی خودسپردگی بھی اس کا ایک معنیٰ ہے۔ اسلام کی ایک اور تعریف جو اپنی معنویت کے لحاظ سے بہت جامع ہے، یوں کی جاتی ہے ''اسلام عبادات اور معاملات کا مجموعہ ہے''۔ یعنی اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دو اہم ترین شعبے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان توازن بھی اسلام کے حسن کو نمایاں کرتا ہے۔ روزے میں ان دونوں پہلوؤں کی نمائندگی ہے۔ اللہ سے تعلق روزے کا منشا ہے اور محروم طبقات کی بھوک، احتیاج اور مشاکل کا احساس اور اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی روزے کا لازمی تقاضا ہے۔ اسلام میں افراط وتفریط کو غیر پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ رمضان کے روزے تو فرض ہیں، نفلی روزوں میں اعتدال کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ رمضان المبارک کے ثمرات سمیٹے اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین!

کورونا وائرس کیا ہے، کیا نہیں ہے؟ کیا کریں؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

کورونا وائرس کی تیسری لہر اٹھی، چھا گئی۔ ہمارا حال ہر اعتبار سے جوں کا توں ہے۔ رجوع الی اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔نہیں خبر کہ یہ بلا کہاں سے آئی ہے، کیوں آئی ہے۔سیکولر، بے دین تعلیمی نظام کی بنا پر تعلق باللہ نوجوان نسل میں مجروح ہو چکا۔سبھی معلومات کا منبع سوشل میڈیا ہے۔کیفیت یہ ہے کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔افراط وتفریط ہے۔یا نرے سائنسی رویے ہیں، جہاں خالق سائنس، خالق کائنات رب کا کوئی تذکرہ نہیں۔صرف طبی معلومات، تجزیے، اعداد وشمار کی دنیا ہے۔دوسری طرف ''کورونا کچھ نہیں ہے۔پروپیگنڈا ہے،سازش ہے!'' کی خیالی دنیا ہے۔ ایک "State of Denial" ہے بلادلیل۔حقائق سے نظریں چرانے کا رویہ۔سوشل میڈیا پر حقائق سے آگاہی دینے کے نام پر نت نئے شگوفے چھوڑنے والوں کی بہتات ہے۔یہ حدیث میں مذکور ''رویبضہ گفتگو کریں گے'' کے مصداق ہیں۔(الا ماشاء اللہ) بغیر علم (فاسق و فاجر) یہ وہ لوگ ہیں جو اہم معاملات پر رائے زنی کریں گے، مسندِ احمد کی حدیث کے مطابق۔سو ہر آڈیو، وڈیو کلپ کے لیے اپنے دل دماغ کو پیش کر دینا خطرے سے خالی نہیں۔ان کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ یہ ذہن کو الجھا دیتے ہیں، کنفیوز کر دیتے ہیں۔ بات سمجھنے کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے۔شفاف، لاریب (بلا شک وشبہ) حتمی یقینی علم کا منبع قرآن وحدیث ہے یا علمائے حق۔لاعلمی کی صورت میں انہی سے رجوع کا حکم بھی ہے: ''اہلِ علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔'' (النحل: 43) کورونا کی حقیقت جاننے کے لیے بالخصوص وہ عالم جو شریعت اور سائنسی حقائق دونوں پر دسترس رکھتے ہوں، حقائق سے آگاہ کر رہے ہیں۔ایسے علماء کی عالم اسلام میں کمی نہیں ہے۔علمائے حق کی جانب سے اس بارے رہنمائی دی جاتی رہی ہے۔(یہ کالی اسکرینوں پر شاذ ہی ملیں گے!) حقائق کا خلاصہ: کورونا وائرس، ہر وائرس، بیکٹیریا کی طرح اللہ کی تخلیق ہے۔آج کا انسان خدا سے منہ موڑے، سائنس وٹیکنالوجی کی خدائی سے مرعوب، تکبر کی انتہاؤں پر تھا۔سائنسی خدائی کی حقیقت اللہ نے حقیر ترین نیم جان، نظر نہ آنے والے جرثومے کے ذریعے کھول کر رکھ دی۔ پوری دنیا تہہ وبالا ہو گئی۔سائنس اللہ کی تخلیقات اور ان کی کارفرمائیوں کا علم ہے۔انسان نے تو صرف اللہ کے بنائے قوانین، اصول، ضوابط کو محنت اور تحقیق سے سمجھا اور برتا ہے۔ اس ننھے جرثومے نے دنیا بھر کے سائنس دانوں، طبی ماہرین کے دماغوں کی دہی بنا دی۔ مسلسل پینترے، حلیے، عادات واطوار بدل بدل کر (Mutations) غچے دے رہا ہے۔سو جتنے گمراہ سورج، چاند، ستاروں کو خدا بنا کر پوجنے والے تھے، اتنے ہی گمراہ خود سائنس کو الٰہ بنا کر اس کے پوجنے والے ہیں! سورج عظیم الشان ہے، مگر اللہ کی مخلوق ہے۔سائنس شعبدوں کی حیران کن دنیا ہے، مگر یہ بھی اشیاء میں رکھی (اللہ کی جانب سے) خصوصیات جانچ پرکھ کر روبہ عمل لانے کا علم ہے اور بس۔ اللہ کے تابع ہے۔ جو آگ کو ابرہیم علیہ السلام خلیل اللہ پر ٹھنڈا کرتا اور موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی لاٹھی سے اژدھا بنا سکتا ہے! اسی لاٹھی سے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں لحظہ بھر میں خشک شاہراہ بنا دیتا ہے اور فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبونے کے لئے اسی لاٹھی کی ضرب سے دوبارہ سمندری لہریں بپھر اٹھتی ہیں!

''یہی اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔ آخر تم کدھر پھرائے جا رہے ہو؟'' (یونس:32)

سو کورونا اُسی رب کی تخلیق ہے، کسی لیبارٹری، سائنس دان، امریکا چین کی نہیں۔''ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں۔ان سے کہو ذرا ان کے نام تو لو!'' (الرعد: 33) اصول یہ ہے: ''ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔'' (القمر:49) کورونا وائرس اللہ نے پیدا کیا ہے۔تقدیر اس کی طے شدہ ہے۔مقررہ وقت پر نازل کیا گیا۔ایک طے شدہ حد تک یہ بڑھے پھیلے گا، باقی رہے گا جس کا تعین خالق (اللہ) نے کر دیا۔اس کا دنیا سے خاتمے کا وقت بھی متعین ہے۔اور پھر اسے بھی اللہ کے حکم سے فنا کے گھاٹ اتر جانا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے واضح رہنمائی فرما دی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: ''اللہ نے ہر بیماری کی شفا (اور علاج، دوا) نازل فرمائی ہے۔'' (بخاری) بیماری کی صورت میں علاج کروانا آپ کے فرمان کے مطابق ''اونٹنی باندھ کر توکل کرنا ہے۔'' (ترمذی) یہی سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بیماری کی دوا ہے۔ جب بیماری کے موافق دوا مریض کو مل جائے تو وہ اللہ کے حکم سے صحت یاب ہو جاتا ہے۔'' (مسلم) بیماری کی نوعیت کے مطابق مناسب دوا تجربہ کار، عقلمند، باعلم، اہل طبیب (ڈاکٹر) ہی کر سکتا ہے۔وہ جو بیماری کی نوعیت اور سبب کو سمجھ کر علاج کرے۔آج تیز رفتار علمی تبادلہ دنیا بھر میں ممکن ہے جس سے استفادہ کیا جا رہا ہے، کیا جا سکتا ہے۔ حدیث میں کالے دانے، کلونجی میں موت کے سوا ہر مرض کی شفا ہے۔(ابن ماجہ) اور شہد کا استعمال مفید فرمایا گیا۔ یہ قوتِ مدافعت بڑھانے اور شفا میں مددگار ثابت رہا ہے، باذن اللہ۔ دو شفا دینے والی چیزیں اختیار کرو، شہد اور قرآن۔قرآن روحانی اور جسمانی شفا کا خزانہ ہے۔سانپ کے ڈسے مریض کا سورۃ الفاتحہ سے شفا کا تذکرہ صحیح بخاری کی حدیث میں موجود ہے۔بحمد اللہ صاحبِ ایمان مریضوں نے وائرس کے حملے میں قرآن کو سببِ شفا، سکینت اور ڈپریشن سے بچاؤ میں نہایت مؤثر پایا ہے۔علاج کے ساتھ قرآن پڑھنے اور سننے کا مسلسل اہتمام رہے۔

بیماری کا انکار: ''کوئی کورونا نہیں ہے!'' یہ واضح رہے کہ بیماری کا انکار، حقائق کا انکار اور ناسمجھی کی دلیل تو ہو سکتی ہے، ایمان کی مضبوطی کی علامت بہر طور نہیں ہے۔ یہ عذاب کی کیفیت لئے وبائی مرض ہے۔اس کا انکار اللہ کی کبریائی سے لاعلم ہونے کی علامت ہے، دینی جہل کی بنا پر ہے۔ ہر دور میں عذاب نے متکبر قوموں کی سونڈ پر داغ لگایا۔نمرود کی بڑائی کا زعم توڑنے کو حقیر مچھر کافی ہوا۔ قوم ثمود اپنی مضبوط ترین چٹانوں میں تراشی تعمیرات پر نازاں تھی۔ عذاب آواز کی کڑک دار لہروں (Sound Waves) کی صورت آ کر کلیجے شق کر گیا۔نہایت قد آور اونچے ستونوں والے عاد طوفانی تھپیڑوں سے پچھاڑے گئے۔آج طبی سائنس کی خدائی کو مچھر سے بھی حقیر ترین کورونا نے چکرا دیا ہے۔الٹی پڑ گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا! اسے دجالی فتنہ کہہ کر رد نہیں کر سکتے۔ دجالیے تو خود اس کی بدترین لپیٹ میں ہیں، لہر در لہر۔ مارچ کے اواخر تک صرف برطانیہ میں ایک لاکھ 26 ہزار اموات ہو چکیں۔ امریکا میں 5 لاکھ 62 ہزار سے زائد موت کے گھاٹ اترے۔ یہ ضرور ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام انسانوں کے دکھ تکالیف بھی کیش کرتا، پیسا بنانے کی راہیں تلاش کرتا ہے۔ادویہ، ماسک، ویکسین سبھی کے لیے

اشتہار بازی، کمپنیوں میں مسابقت، ملکوں ملکوں منڈیوں کی تلاش جاری ہے۔ امریکا یورپ بمقابلہ چین اور گھن کی طرح پستے تیسری دنیا کے غریب مریض۔ ادویہ آزمانے کے سستے شکار ان کی حکومتیں بڑی طاقتوں کو فراہم کرتی ہیں۔ یہ ضرور دجالی فتنہ ہے! میسّر علاج تو کروانا لازم ہے۔ توکّل اللہ پر ہوگا۔ غذا خوراک کا خصوصی خیال رکھا جائے حتی الوسع۔ (اللہ نے غرباء کو نسبتاً محفوظ ہی رکھا ہے!) قوتِ مدافعت جسمانی اور روحانی جتنی مضبوط ہوگی، صحت یابی ان شاء اللہ جلد ہو جائے گی۔ تعلق باللہ میں جلد شفا کا راز مضمر ہے۔ مریضوں کی بالمشافہ عیادت ممکن نہ ہو تو غذا، یخنی، ادویہ کی فراہمی، رہنمائی ان شاء اللہ زیادہ مؤثر خبر گیری ہوگی۔ فون کے ذریعے ہمت بندھانی، دعائیں دینی، سکھانی باعثِ شفا و تقویت ہوں گی۔ مریض کو قریب ترین عزیز احتیاط سے دعاؤں کے حصار میں خدمات بہم پہنچائیں۔ باذن اللہ محفوظ رہیں گے۔ اجر (مشکل نیکی ہونے پر) بے پناہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

یہ طے شدہ امر ہے کہ وائرس مؤثر بالذات نہیں ہے۔ کسے پکڑے گا، کسے چھوڑے گا، یہ صرف اللہ کا فیصلہ ہے۔ سو رجوع اللہ ہی سے ہوگا۔ یہ بھی طے شدہ امر ہے، ایمان اور تجربے کا حاصل ہے (ایک سالہ کورونا حملے کے دوران) کہ محفوظ ترین پناہ گاہ مسجد ہے۔ نماز باجماعت (ماسک پہن کر) کسی صورت نہ چھوڑیں۔ مسجد سے کورونا کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ دیگر من موجی اکٹھ یقیناً غیر محفوظ ہیں۔ دعا ہماری مؤثر ترین سیکورٹی ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کہنا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک دوسرے کے کورونائی حملے سے بچنے کی فطری دعا ہے جسے سن کر جرثومہ چپکا بیٹھ رہتا ہے۔ کوئی دعا یاد نہ ہو تو کلمہ طیبہ افضل الذکر اور سب دعاؤں پر حاوی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سکھائی ایک دعا جامع ترین ہے۔ اس میں بیماری کے مابعد اثرات کے بھی مکمل خاتمے کی دعا شامل ہے جو کورونا کا خاص نقصان ہے۔ اسے ضرور پڑھیئے: ((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَایُغَادِرُ سَقَمًا)) ”اے اللہ! اے لوگوں کے رب! عذاب و تکلیف کو دور کر دے اور شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری دی ہوئی شفاء کے سوا کوئی شفاء نہیں ہے، ایسی شفاء دے کہ بیماری کچھ بھی باقی نہ رہے۔“ (رواہ ترمذی)

ہم اللہ سے ایمان، عافیت، صحت و سلامتی کے طلب گار ہیں۔ آمین!

❁ ❁ ❁

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل
بیانُ القرآن
ترجمہ و مختصر تفسیر
رمضان المبارک میں طبع جدید پیش خدمت ہے
سات حصوں کے بجائے اب چار جلدوں میں
• خوبصورت قرآنی رسم الخط • حتی الامکان اغلاط سے مبرا
• عمدہ سفید کاغذ • معیاری طباعت
• دیدہ زیب ٹائٹل • مضبوط ریگزین جلد
• متعدد ظاہری و معنوی خوبیوں کا مرقع
• بڑے سائز کے 2560 صفحات
قیمت (مجلد) 4800/- روپے
رمضان المبارک میں خصوصی رعایتی قیمت 2400 روپے
اندرون ملک ڈاک خرچ 500 روپے
مکتبہ خُدّام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا
حاملین و وارثینِ قرآن کے نام اہم پیغام
محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام تصانیف
اور
مکتبہ خدام القرآن کی دیگر کتابوں پر مشتمل
موبائل فون ایپلیکیشن
TanzeemDigitallibrary
گوگل پلے سٹور پر میسر ہے
GET IT ON Google Play
ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے
شعبہ تحقیقِ اسلامی
مرکزی انجمن خُدّام القرآن لاہور
TanzeemDigitallibrary.com

Biden's Choices in Afghanistan: Withdraw or be Driven Out!

That the US has lost the war in Afghanistan is not in doubt. President Joe Biden is left with two choices: withdraw with some honor now or be driven out ignominiously. It is amazing why Americans are such gluttons for punishment.

All the hectic activities currently underway—the conferences, US envoy for Afghanistan Zalmay Khalilzad shuttling between capitals to try and build some sort of a consensus—are mere distractions. Even if the myriad Afghan factions agree to whatever the US is proposing—a big if—there is no guarantee that this would hold after the US-Nato troops are gone from Afghanistan. These activities may camouflage America's defeat in yet another theater of war (what else is new?) but they will not bring peace to Afghanistan. The Afghans operate differently. One of their traits is that they cannot be coerced into accepting something even if it is to their benefit. If the Americans have not learnt this simple truth after 20 years in Afghanistan, then they must be even dumber than previously thought.

Before discussing what should happen in Afghanistan, let us consider some recent developments. During the US election campaign, then candidate Biden had criticized his rival Donald Trump for repudiating the multilateral Iran nuclear deal. Now Biden is doing exactly the same with the February 29, 2020 agreement signed by the Trump regime with the Taliban in Doha, Qatar. Under the Doha agreement, the Afghan Taliban agreed to not attack US or Nato troops in Afghanistan during the withdrawal phase. They also pledged to not allow Afghan territory to be used by terrorist groups to launch attacks against others. On its part, the US pledged not to attack Afghan civilians, bomb villages, or attack the Afghan Taliban if they are not engaged in hostile acts. And all foreign forces including American troops would leave Afghanistan by May 1, 2021. Biden, however, is having second thoughts.

The Afghan Taliban did not agree to a ceasefire. Instead, this would come about as part of a broader agreement through negotiations among various Afghan factions. A ceasefire would have left the Afghan Taliban without any leverage against the Kabul regime that they consider to be illegitimate. Besides, there are many groups that have a stake in Afghanistan's future, not just the regime. Talks between the Afghan Taliban and Afghan factions of which the Ghani regime is but one party, started in Doha last September. Given their differences, not much progress has been made so far. Ghani fears, quite rightly, that the talks would end in his losing power. He is clinging to power following last year's elections amid widespread allegations of fraud.

The Afghan Taliban have so far fulfilled their commitments under the Doha deal. The US has not. American planes have bombed Afghan villages on several occasions and even attacked Afghan Taliban positions. Despite such violations, the Afghan Taliban have shown restraint.

So why is Biden reluctant to meet the May 1 deadline? While the US has put forward a number of proposals that others must fulfill, its own position remains ambiguous. It has proposed the establishment of a transitional government in Kabul that would also include Afghan Taliban representatives and a countrywide ceasefire. Both the Afghan Taliban and the US-backed president Ghani have rejected the proposal. Ghani says he wants

rejected the proposal. Ghani says he wants elections, perhaps within six months, for any future transitional government to emerge. The Afghan Taliban have rejected this proposal. The US has also proposed a UN-supervised conference to be held in Turkey this month. Afghanistan's neighbors Iran, Pakistan, China, Russia and non-neighbor India have been invited. The UN cover is necessary for the US to engage Iran in the process. In the past, Washington kept all of Afghanistan's neighbors except Pakistan out of the loop. Now it wants to engage them.

On March 18, Russia convened a conference in Moscow to advance peace talks between the Afghan factions that have been meeting in Doha. For the first time since the Moscow forum was launched in 2017, the US sent its special envoy, Zalmay Khalilzad to the conference. The Afghan Taliban sent a 10-member delegation reflecting confidence in Russia. It also showed how far the Afghan Taliban and Russians have come since the Soviet invasion of Afghanistan that lasted from December 1979 to February 1989. At the conclusion of the Moscow conference, Russia, China, the US and Pakistan called for a ceasefire in Afghanistan. The statement included a special appeal to the Afghan Taliban to not launch their spring-summer offensive. The four countries pledged to mobilize political and economic support for Afghanistan once a peace settlement had been reached.

The Americans say they have spent $143 billion on reconstruction effort in Afghanistan since 2002. Of this, $88 billion have been spent on training the Afghan army. But as John Sopko, the US Defence Department's special inspector for Afghanistan reconstruction, told a House of Representatives committee on March 16, without US military and financial support, the Kabul regime could face collapse. "The Afghan government would probably lose the capability of flying any of its aircraft within a few months and, to be quite blunt, would probably face collapse," he said. The regime relies for as much as 80 percent of its annual funding on aid from the US and other countries, Sopko said. Corruption, however, is widespread. "Afghan security forces are nowhere near achieving self-sufficiency, as they cannot maintain their equipment, manage their supply chains or train new soldiers, pilots and policemen" without outside funding, Sopko said.

Thus, it confirms that even after 20 years of "US training", the Afghan security forces are simply not up to the task. Most security personnel are from poor rural families who see the security services as a means of earning a livelihood. They don't see the Afghan regime as legitimate and, therefore, lack the motivation to defend it. They may be poor but they know the ground realities. As soon as foreign troops are out, fighting would intensify and the regime would collapse. So, the question the American warlords must answer is, how long can they continue to pump money to prop up a corrupt regime that has no legitimacy and cannot defend itself? There is little doubt that violence will escalate once foreign troops are gone. There is also no doubt that the Afghan Taliban would come out on top. Thereafter, the Afghans will settle their affairs through a Loya Jirga and life may return to some sort of normalcy as it was before the April 27, 1978 coup that set this whole disastrous chain of events in motion.

It is time for Americans to pack their bags and leave. Let the Afghans deal with their problems. It has proved, yet again, that America is incapable of nation-building. Its soldiers don't fight because they know that the people they have been sent to kill have not harmed Americans or anyone else.

Source: ***An editorial piece by Zia Sarhadi; published in Crescent International***

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.15

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore